ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
زیر سرپرستی
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۱۹ اکتوبر ۱۹۵۶
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین © لاہور

حقیقت بعثت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

عبد السر محمد قاسم ملتانی

خالقِ دو جہاں نے آسمان و زمین شمس و قمر بحر و بر شجر و حجر جمادات و نباتات حیوانات و جنات غرض یہ کہ مخلوقات کا ایک ایک ذرہ جو موجود ہے محسوس ہو یا غیر محسوس ....

قیامت تک جتنی نئی نئی چیزیں ظاہر ہوں گی سب حضرتِ انسان کے لئے پیدا فرمائی ہیں۔ خالقِ کل نے فرمایا:۔

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا

.. (سورۃ الجاثیۃ رکوع ۲ پ ۲۵) یعنی ہر وہ شئی جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے بنی نوع انسان کے تابع کر دی گئی اور بندوں کو ہر شئی پر غالب کر دیا ہے انسان ہر طرح اپنی اپنی حاجات کے مطابق ہر شئی سے نفع اٹھاتا ہے حتیٰ کہ جو مخلوق آسمانوں پر ہے وہ بھی انسان کے لئے اور آسمانوں میں سب سے اشرف ملائکہ ہیں جو نظامِ عالم کو چلانے کے لئے مقرر ہیں گویا وہ یہی انسان کی خدمت کے لئے مامور ہیں۔ بیانِ مذکور سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شئے انسان کے لئے پیدا کی کیوں کہ خود ذاتِ باری تعالیٰ ہر شئے سے بے نیاز ہے اور انسان ہر شئی کا سراپا محتاج ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر شئے کو پیدا کرنے کے بعد انسان کو پیدا فرمایا۔ اور حضرت انسان کو عقل عطا فرمائی جس سے انسان ہر ذرہ کو بحسب طاقت بوقت ضرورت ترکیب دیکر استعمال کر سکے (مثلاً گندم، پانی، آگ، پیدا کی ان کو ترکیب دینے سے روٹی وجود میں آئی، اور اللہ نے لوہا اور پٹرول پیدا کیا ان کو ترکیب دینے سے مشینری وغیرہ وجود میں آئی۔ اور آگ، پانی کو ترکیب دینے سے بجلی اور ریل وجود میں آئی) بلاشبہ اشیاء مادی اور غیر مادی انسان کے استعمال کے لئے ہیں لیکن استعمال انسان کے اختیار میں نہیں کیونکہ انسان کسی شئے کا مالک نہیں پھر وہ ملکِ غیر میں کس طرح تصرف کر سکتا ہے؟ جب تک مالک اجازت نہ دے۔

لہذا مالک الملک نے بذاتِ خود اپنے علم کے مطابق انسانوں میں سے کسی باکمال انسان کو منتخب فرما کر اور اس کو ضابطۂ حیات دیکر اس امر پر مقرر فرمایا کہ میری تمام اشیاء کو میرے حکم کے مطابق استعمال کریں اور کرائیں۔

...... لیکن احکام پر عمل کرنے سے قبل لوگ اللہ تعالیٰ کو حاکم حقیقی اور نبیؐ کو اس کا نائب تسلیم کریں یعنی کلمہ توحید پڑھ لیں کیوں کہ حاکم کو تسلیم کئے بغیر تعمیل حکم نہیں ہو سکتی۔ اس لئے سب سے پہلے نبی کلمۂ توحید کا آغاز کرتے ہوئے دعویٰ نبوت کرتا ہے اس کے بعد احکم الحاکمین کے حکم کے مطابق تمام احکام کو دنیا میں جاری کرتا ہے۔ پھر مدت مدید گزرنے کے بعد جب لوگ دینِ الٰہی سے باغی ہو جاتے تھے یعنی اپنی عقل اور خواہش کے مطابق خود ساختہ قوانین بنا کر ملک پر حکومت کرنے لگتے تھے۔ اور شیطان کے بہکانے سے گمراہ ہو جاتے تھے کوئی منکرِ خدا، کوئی مشرک، پھر ایسے ماحول میں اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے اور نبی مقرر کر دیتے تھے۔

حضرت سیدنا عیسیٰؑ کے زمانے سے قبل دنیا میں ہزاروں نبی تشریف لائے بعض مستقل ضابطۂ حیات ساتھ لائے بعض پہلے نبی کے تابع ہو کر آئے۔ اور مختلف علاقوں میں انبیاء کرام مبعوث ہوتے ہر ایک کا اپنا اپنا علاقہ ہوتا تھا جب نیا نبی مستقل ضابطۂ حیات لاتا تو پہلے نبی کا ضابطۂ حیات منسوخ ہو جاتا تھا

بعثت انبیاء کرام کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اللہ کے حکم کے مطابق مخلوقِ خدا کی اصلاح کریں جیسے فرمایا:۔

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ

(سورۃ البقرہ رکوع نمبر ۲۶ پ ۲) یعنی پہلے لوگ سب ایک دین پر تھے پھر انہوں نے اختلاف شروع کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرامؑ کو مکمل ضابطۂ حیات دے کر دنیا میں بھیجا تاکہ وہ اللہ کے حکم کے مطابق لوگوں میں فیصلہ کریں جس میں وہ اختلاف کرتے

بعثت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل کائنات کی حالت

حضرت عیسیٰؑ کے بعد پونے چھ سو سال تک کوئی نبی نہیں آیا۔ اس عرصۂ دراز میں دنیا کی حالت بدتر ہو گئی تھی

عرب میں مذہب کا یہ عالم تھا کہ بُت پرست، سورج پرست، شجر پرست، حجر پرست، انسان پرست، آتش پرست، ہر قسم کے لوگ موجود تھے۔ ہر خاندان کا الگ الگ بُت تھا۔ کسی کا لات، کسی کا منات اور کسی کا ہُبل تھا، بعض لوگ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں مانتے تھے۔

جہالت کی یہ حالت تھی کہ کتے کاٹے کا بہترین علاج کسی بادشاہ کا خون پینا ہے۔

قبر پر ایک اونٹ باندھ دیا جاتا تھا عقیدہ یہ تھا کہ مردہ دوسرے قالب میں آ کر اس پر سوار ہو گا۔

سفر میں جاتے وقت پلٹ کر دیکھنا منحوس خیال کیا جاتا تھا۔

(باقی صفحہ ۹ پر)

ہفت روزہ
خدام الدین لاہور

جلد ۲ | یوم جمعہ ۱۳ - ربیع الاول ۱۳۷۶ھ - ۱۹ - اکتوبر ۱۹۵۶ء | شمارہ ۲۳

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

۱۲ - ربیع الاول کو دنیا کے طول و عرض میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ولادت باسعادت کا دن منایا جاتا ہے - اس دن جلوس نکالے جاتے ہیں - جلسے منعقد کئے جاتے ہیں - تقریریں ہوتی ہیں - نعتیں اور مقالے پڑھے جاتے ہیں - اخبارات و رسائل کے خاص نمبر شائع کئے جاتے ہیں - یہ سب کچھ اظہارِ عقیدت کے لئے کیا جاتا ہے - مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم حضرات بھی ان تقریبات میں حصہ لے کر اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں - حضورؐ انسانیت کے سب سے بڑے محسن ہیں - اور آپؐ سے جتنی بھی عقیدت ہو وہ کم ہے - آپؐ کا اپنا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جبتک کہ حضورؐ اسے سب اعزا و اقارب سے پیارے نہ ہوں -

لیکن یہ بھی مسلمہ بات ہے کہ محبت اور عقیدت کا زبانی دعوے کچھ معنی نہیں رکھتا - جب تک اس کا ثبوت عمل سے نہ دیا جائے - اگر ہم حضورؐ سے محبت اور عقیدت کے زبانی دعوے تو کریں لیکن عملاً آپؐ کے لائے ہوئے ضابطۂ حیات (قرآن) اور آپؐ کی سُنّت کی مخالفت کرتے رہیں تو یہ زبانی دعوے نہ اللہ تعالٰے کے ہاں قبول ہوں گے اور نہ حضورؐ حوض کوثر پر ہمیں نوازیں گے - بلکہ دونوں کے دربار سے ہمیں دھکے ملیں گے - قرآن مجید میں ایمان کے بعد سب سے زیادہ زور عمل صالحہ پر دیا گیا ہے - انہیں دونوں کی جزا کے طور پر دنیا میں بادشاہت اور آخرت میں نجات کے وعدے کئے گئے ہیں - عمل صالحہ وہ عمل ہے جو معبودِ حقیقی کی رضا کے لئے کیا جائے - معبودِ حقیقی نے حضورؐ کو ہمارے لئے نمونہ بنا کر مبعوث فرمایا اور ہمیں آپؐ کے اتباع کا حکم دیدیا - گویا جو عمل بھی حضورؐ کے ارشاد یا عمل کے خلاف ہوگا وہ اللہ تعالٰے کے ہاں کبھی مقبول نہیں ہو سکتا ؎

خلاف پیمبر کسے راہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

اگر ہم حضورؐ کے دربار میں بڑے دلنواز پیرایہ میں عقیدت کے پھول تو برسائیں مگر عمل سے آپ کی صورت اور سیرت - قول اور فعل سے اظہار بیزاری کریں تو ڈر ہے کہ کہیں ہمارا شمار منافقین میں نہ ہو جائے - منافقین میں یہی روحانی مرض تھا - کہ زبان سے تو آپؐ کو رسول اللہ مانتے تھے مگر دل میں آپؐ کے - اسلام اور قرآن کے دشمن تھے - سورہ المنافقون کی پہلی آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ منافق آپؐ کے پاس آکر عرض کرتے ہیں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں - اللہ تعالٰے فرماتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک آپؐ اللہ کے رسول ہیں - اللہ تعالٰے یہ بھی گواہی دیتے ہیں کہ منافق جھوٹے ہیں - وہ زبان سے تو آپؐ کو رسول اللہ کہتے ہیں - مگر دل سے نہیں مانتے - ماننے کے لئے اطاعت حکم کرنا ضروری ہے -

ہم اس موقعہ پر ایک اور چیز گوش گذار کر دینا چاہتے ہیں - آنحضرتؐ کے حضور ہمارے اعمال روزانہ پیش کئے جاتے ہیں - ہمیں سوچنا چاہئے - کہ آیا ہم اپنے اعمال سے حضورؐ کو خوش کر رہے ہیں یا آپؐ کی ناراضگی مول لے رہے ہیں - ان کی خوشی تو اسی میں ہو سکتی ہے کہ ہمارا ہر عمل کتاب و سُنّت کے مطابق ہو - جلسے جلوس کریں اور کچھ نہیں اتنا تو ضرور ہوتا ہے کہ نماز کے لئے نہ جلوس منتشر کئے جاتے ہیں اور نہ جلسے برخاست ہوتے ہیں - نماز کو حضورؐ اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک اور اسلام اور کفر میں فرق کرنے والی چیز فرماتے ہیں - خدارا ذرا سوچئے - اگر حضورؐ کی ایسی محبوب چیز سے ہم دور اور نفور ہو گئے - تو ہمارا کہاں ٹھکانا ہو سکتا ہے ؟ یہ حقیقت ہے کہ ۹۵ فیصدی مسلمان بے نمازی ہیں - ہمارے خلاف تو مقدمہ بنا بنایا ہے - اللہ تعالٰے ہمیں اپنی اصلاح حال و قال کرنے کی توفیق عطا فرمائے - آمین یا الٰہ العالمین -

اس تقریب سعید پر ہم مسلمانوں سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ آئندہ حضورؐ کے نقش پر چلنے کا مصمم ارادہ کریں اور اس کے لئے بارگاہ الٰہی میں صدق دل سے دعا مانگیں کہ اللہ تعالٰے ہمیں اپنے اس ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کی توفیق عطا فرمائے - آمین یا الٰہ العالمین - اللہ تعالٰی کا اپنا اعلان ہے کہ وہ اپنے دروازہ سے کسی کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے - دُعا کی قبولیت کے لئے چند شرائط کا لحاظ رکھنا ضروری ہے ؎

جو مانگنے کا طریقہ ہے اس طرح مانگو
درِ کریم سے بندے کو کیا نہیں ملتا

دینی رسائل اور ردّی

اس اشاعت میں ہم دوسری جگہ ایک خط شائع کر رہے ہیں - جس میں ایک دردمند صاحب دل دوست نے مسلمانوں کی غیرت کو تازیانۂ عبرت لگایا ہے - ہمیں ان سے پوری طرح اتفاق ہے کہ "خدام الدین" لاہور اور باقی دینی رسائل کے اوراق ردّی میں بیچنا مسلمانوں کی مذہبی گراوٹ کا ایک ایک بہت بڑا ثبوت ہے - جہاں تک "خدام الدین" کا تعلق ہے ہم قارئین کرام سے درخواست کرتے ہیں کہ مطالعہ کے بعد اگر وہ پرچہ واپس کرنا چاہیں تو ہمیں لینے میں کوئی عذر نہ ہوگا - اگر پرچہ اچھی حالت میں ہوگا تو ہم پوری قیمت ادا کر دینگے - لیکن اگر پرچہ خستہ حالت میں بھی ہوگا - تو ہم اس کی وہ قیمت جو ردّی میں بیچ کر وصول کرتے ہیں دینے کے لئے تیار ہیں - امید ہے کہ باقی دینی اخبار و رسائل اس قسم کی پیش کش کرنے کے لئے تیار ہونگے - مدعا یہ ہے کہ آیات قرآنی احادیث اور

(باقی صفحہ ۲۳ پر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ ۶ ربیع الاول ۱۳۷۶ھ - ۱۲ اکتوبر ۱۹۵۶ء

عقد بالرسول

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولینا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ گیٹ لاہور

برادران اسلام! گزشتہ جمعہ مورخہ ۵ اکتوبر ۱۹۵۶ء کے خطبہ میں یہ عرض کر چکا ہوں کہ ہر مسلمان دس عقدوں (ذمہ داریوں) کو اپنے ذمہ لئے ہوئے ہے۔ لہذا ہر مسلمان کا فرض ہے کہ ان ذمہ داریوں کو انصاف کے طریقہ سے نباہے۔ تاکہ دنیا میں خوش رہے۔ اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جائے۔ ورنہ ہر سلیم العقل انسان جانتا ہے کہ ظالم دنیا میں ذلیل اور آخرت میں عذابِ الٰہی میں مبتلا ہوگا۔ اللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْنَا مِنْہُ۔

پہلی ذمہ داری

مسلمان پر پہلی ذمہ داری عقد باللہ کی تھی۔ یعنی میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اس کے متعلق تفصیل گزشتہ جمعہ کے خطبہ میں عرض کر چکا ہوں۔ آج دوسری ذمہ داری کے متعلق تفصیل عرض کرنا چاہتا ہوں اور وہ "عقد بالرسول" ہے۔

عقد بالرسول کا مطلب

جب کہتا ہے۔ "محمد رسول اللہ" تب یہ اقرار کرتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر خدا ہیں۔ اور میں اُن کا اُمتی ہوں۔ جب مسلمان نے آپ کا اُمتی ہونے کا اعلان کیا۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے لئے اللہ تعالیٰ کے فرامین ملاحظہ ہوں۔

پہلا

ہر معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کرو

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيرًا ۝ سورہ الاحزاب رکوع ۳ پارہ ۲۱

ترجمہ۔ البتہ تمہارے لئے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے۔ جو اللہ سے ملنے اور قیامت کی اُمید رکھتا ہے۔ اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے۔

دوسرا

اللہ تعالیٰ کی محبت کا تمغہ حضور کے اتباع ہی سے حاصل ہو سکتا ہے

قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

سورہ آل عمران رکوع ۴ پارہ ۳

ترجمہ۔ کہدو۔ اگر تم اللہ کی محبت رکھتے ہو۔ تو میری تابعداری کرو۔ تاکہ تم سے اللہ محبت کرے۔ اور تمہارے گناہ بخشے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

حضور انور کی مخالفت کرنے والوں کے لئے دوزخ کا وعید

وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۝ سورہ النساء رکوع ۱۷ پارہ ۵

ترجمہ۔ اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ اس پر سیدھی راہ کھل چکی ہو اور سب مسلمانوں کے راستہ کے خلاف چلے تو ہم اسے اسی طرف چلائیں گے جدھر وہ خود پھر گیا ہے اور اسے دوزخ میں ڈالیں گے اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے۔

حاصل

یہ نکلا کہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دین امت کو سکھایا ہے۔ جس کا عملی نقشہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں نظر آتا ہے۔ اپنے آپ کو اسی دین کا پابند بنائے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہو جائیں۔ رضاء الٰہی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دنیا میں اطمینان کی زندگی بسر ہوگی۔ اور آخرت میں بہشت کا داخلہ نصیب ہوگا۔

اتباع تفصیل

اتباع پیغمبرؐ اور صحابہؓ کرام کی تفصیل یہ ہے کہ اخلاقی۔ معاشرتی۔ اقتصادی۔ سیاسی غرضیکہ ہر شعبۂ حیات میں کتاب و سُنّت کا دستور پیشِ نظر رکھے۔

سُنّت نبویؐ کی صریح مخالفت

۱

آج کل مسلمانوں کی اکثریت رشتہ ناطہ کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کی صریح مخالفت کرتی ہے۔ مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَطَبَ إِلَيْكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ وَخُلُقَهُ فَزَوِّجُوهُ إِنْ لَا تَفْعَلُوا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيضٌ ۝ رواہ الترمذی

ترجمہ۔ ابی ہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم سے وہ شخص رشتہ طلب کرے۔ جس کے دین اور خلق کو پسند کرتے ہو (یعنی دین کا پابند اور با اخلاق ہو) تو اس کو نکاح کر دو۔ اگر تم اس طرح نہیں کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد ہوگا۔

حضرت مولانا شیخ عبدالحقؒ محدث دہلوی کا حاشیہ

اس حدیث شریف حضرت شیخ نے یہ حاشیہ تحریر فرمایا ہے۔ یعنی جس شخص میں یہ صفتیں ہوں۔ اگر تم نے اُسے رشتہ نہ دیا (یعنی اس کی دینداری کی پروا نہ کی) اور تم نے محض کسی کے ذاتی کمال (مثلاً بی۔اے یا ایم۔اے ہونا) یا مال کی طرف رغبت کی۔ تو زمین میں فتنہ اور فساد پھیلے گا۔

کیونکہ مال اور کسی ذاتی کمال سے انسان کے دل میں سرکشی اور فساد پیدا ہوتا ہے۔ اس صورت میں اکثر عورتوں کو خاوند میسّر نہیں آئینگے۔ اور اکثر مردوں کو بیویاں نہیں ملینگی۔ پھر زنا عام ہوگا۔ اور فتنہ پھیل جائیگا۔

دُنیا دار

آج کل کے عام دولتمند مسلمان مذکورالصدر حدیث اور حضرت شیخ کے حاشیہ کے آئینہ میں اپنا مُنہ دیکھیں کہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی صریح مخالفت تو نہیں کر رہے۔ وما علینا الا البلاغ

۲

مہر کی زیادتی

بیٹیوں کے نکاح کے وقت دُنیا دار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کی صریح مخالفت کرتے ہیں۔ لاہور میں ایک لاکھ مہر کے نکاح میں نے پڑھے ہیں۔ حالانکہ لڑکے کا باپ فوت ہو چکا تھا۔ اور لڑکا بے روزگار تھا۔ مجھے تو ان لوگوں نے نکاح کی مجلس ہی میں بُلایا تھا۔ کہ نکاح پڑھ دیجئے۔ ورنہ ان لوگوں سے میرا پہلے کوئی تعلق نہ تھا۔ جب دُولھا مان رہا ہے۔ کہ میں یہ مہر اپنے ذمہ لیتا ہوں۔ تو مجھے نکاح پڑھنے میں کیا عذر ہو سکتا تھا۔ مگر میں دل میں حیران تھا کہ ان لوگوں کی عقل کو کیا ہو گیا ہے۔ کہ لڑکے کو اتنا زیر بار کر رہے ہیں۔

رحمۃ للعالمین کا مہر

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ اَلَا لَا تُغَالُوْا صَدُقَةَ النِّسَاءِ فَاِنَّهَا لَوْ كَانَتْ مَكْرُمَةً فِي الدُّنْيَا وَتَقْوٰى عِنْدَ اللّٰهِ لَكَانَ اَوْلَاكُمْ بِهَا نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا عَلِمْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَكَحَ شَيْئًا مِّنْ نِّسَائِهٖ وَلَا اَنْكَحَ شَيْئًا مِّنْ بَنَاتِهٖ عَلٰى اَكْثَرَ مِنْ اثْنَتَيْ عَشَرَةَ اُوْقِيَّةً۔

رواہ احمد والترمذی و ابو داؤد والنسائی و ابن ماجۃ والدارمی

ترجمہ۔ عمر بن الخطاب سے روایت ہے۔ آپؓ نے فرمایا۔ خبردار مہر بڑھا کر مت ٹھیراؤ۔ اس لئے کہ اگر یہ دُنیا میں عزّت کی بات ہوتی۔ اور اللہ کے نزدیک تقوٰی کی بات ہوتی۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے زیادہ مستحق تھے۔ مجھ کو معلوم نہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بی بی سے نکاح کیا ہو۔ یا کسی صاحبزادی کا نکاح کیا ہو۔ بارہ اوقیہ سے زیادہ پر اور بعض روایتوں میں ساڑھے بارہ اوقیہ بھی آئے ہیں۔ موجودہ حساب سے یہ رقم ایک سو سینتیس (۱۳۷) روپے بنتی ہے۔

محبوب کی تابعداری

محبت کا تقاضا تو یہ ہے۔ کہ اپنی ہر نقل و حرکت میں محبوب کی تابعداری کی جائے۔ لہٰذا چاہیئے تو یہ تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا مہر ہی مقرر کیا جائے اور اگر بالفرض زیادہ مقرر کرنا ہی ہے۔ تو پھر دولھا کی وسعت اور طاقت کا لحاظ رکھا جائے۔ کہ جس قدر وہ بآسانی ادا کر سکے اتنا بوجھ ڈالا جائے۔ دُنیا دار اس کا بھی لحاظ نہیں رکھتے۔ مثلاً لڑکے کی تنخواہ دو سو روپیہ ہے۔ اور فرض کر لیجئے۔ کہ اس کے بوڑھے ماں باپ بھی زندہ ہیں۔ جن کی خدمت وہ شریف نوجوان کرتا ہے۔ اس گرانی کے زمانہ میں دو سو روپیہ روزانہ ضروریات کے لئے بھی کافی نہیں ہو سکتے۔ تو وہ پانچ ہزار روپیہ مہر کہاں سے ادا کریگا۔

جھوٹا عذر

دُنیا دار کہتے ہیں کہ مہر کی زیادتی کے باعث لڑکا بیوی کو ضرور آباد کرے گا۔ طلاق نہیں دے سکے گا۔

بھائی صاحب۔ اگر آپس میں دل مل جائیں تو پانچ روپے مہر والی بھی آباد ہو سکتی ہے۔ اور اگر خدانخواستہ آپس میں دل نہ ملیں تو ہزاروں کے مہر والیاں بھی دھکّے کھاتی ہیں۔ آباد اس لئے نہیں ہوتیں۔ کہ خاوند کو پسند نہیں۔ اور طلاق اس لئے نہیں ملتی کہ خاوندوں کو مہر دینا پڑتا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ مہر کی زیادتی سے لڑکیوں کو آرام نہیں ملتا۔ بلکہ خطرہ ہے کہ یہی چیز ان کے حق میں عذاب ہو جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات

۱

عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيْغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَاَنَّ هٰذِهٖ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَاَوْصِنَا فَقَالَ اُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَاِنْ كَانَ عَبْدًا حَبَشِيًّا فَاِنَّهٗ مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِيْ فَسَيَرٰى اخْتِلَافًا كَثِيْرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَاِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَّكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ رواہ احمد و ابو داؤد والترمذی و ابن ماجۃ الا انھما لم یذکرا الصلوٰۃ

ترجمہ۔ عرباض بن ساریہ سے روایت ہے۔ کہا ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ پھر ہماری طرف متوجّہ ہوئے۔ پھر ہمیں ایسا وعظ فرمایا۔ جو دل تک پہنچنے والا تھا۔ اس سے آنکھوں سے آنسو بہ نکلے۔ اور اس سے دل کانپ اُٹھے۔ پھر ایک شخص نے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گویا کہ یہ وعظ تو رخصت ہونے والے کی طرز کا ہے۔ پھر ہمیں وصیت فرمائیے۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیّت کرتا ہوں۔ اور (امیر کا) حکم سُننے اور فرمانبرداری کرنے کی وصیّت کرتا ہوں۔ اگرچہ (امیر) حبشی غلام ہی ہو۔ پس تحقیق شان یہ ہے کہ جو شخص تم میں سے میرے بعد زندہ رہے گا۔ پھر قریب ہے کہ وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا۔ پھر تم میرے طریقہ اور خلفائے راشدین جو ہدایت یافتہ ہیں۔ ان کے طریقہ کو لازم کر کے پکڑو۔ اسی کو مضبوط کر کے پکڑو۔ اور اسی طریقہ پر دانتوں سے چک مارے رکھو۔ اور جو نئی نئی چیزیں پیدا ہوں ان سے بچو۔ پس ہر نئی چیز بدعت ہوگی اور ہر بدعت گمراہی ہوگی۔

حاصل

اس حدیث شریف کا حاصل یہ ہے۔ کہ اصل دین وہی ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین (حضرت ابو بکر صدیقؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ۔ حضرت علیؓ رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین) سے شروع ہو کر ہمارے ہاں پہنچا ہے۔ اسی کی تابعداری کرنی چاہیئے۔ اور جو چیزیں اس کے بعد ایجاد ہوئی ہیں انہیں دین نہ سمجھا جائے۔ اور ان سے بچنا ضروری ہے۔

۲

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ خَطَّ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَطًّا ثُمَّ قَالَ ھٰذَا سَبِیْلُ اللّٰہِ ثُمَّ خَطَّ خُطُوْطًا عَنْ یَمِیْنِہٖ وَعَنْ شِمَالِہٖ وَقَالَ ھٰذِہٖ سُبُلٌ عَلٰی کُلِّ سَبِیْلٍ مِّنْھَا شَیْطَانٌ یَّدْعُوْ اِلَیْہِ وَقَرَأَ وَاِنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ الآیۃ۔ رواہ احمد والنسائی والدارمی۔

ترجمہ۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے ایک خط کھینچا۔ پھر فرمایا۔ یہ اللہ کا راستہ ہے۔ پھر اس کے دائیں اور بائیں اور خط کھینچے۔ اور فرمایا۔ یہ راستے ہیں۔ ان میں سے ہر راستہ پر شیطان ہے جو اس کی طرف بُلاتا ہے۔ اور آپؐ نے یہ آیت پڑھی۔ وَاِنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ الآیۃ

ترجمہ۔ اور یہی میرا سیدھا راستہ ہے۔ اس کی تابعداری کرو۔

حاصل

یہ نکلا کہ صحیح۔ اصلی اور کھرا اسلام فقط وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین سے نقل ہو کر چلا آرہا ہے۔ اس کے بعد دوسری قسمیں سب بناوٹی اور نقلی ہیں۔ ان سے مسلمانوں کو بچنا چاہیئے۔

۳

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍوؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ ھَوَاہُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِہٖ رواہ فی شرح السنۃ وقال النووی فی اربعینہ ہذا حدیث صحیح

ترجمہ۔ عبداللہ بن عمروؓ سے ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے کوئی (کامل) مومن نہیں ہوسکتا۔ یہاں تک کہ اس کی خواہش اس چیز کے تابع ہو جائے جو مَیں لایا ہوں۔

حاصل

یہ نکلا کہ کامل مومن وہ ہے۔ جس کی طبیعت کی ہر خواہش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کردہ دین کے مطابق ہو جائے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی تابعداری اپنے دل کے شوق سے کرے۔ اللّٰھم اجعلنا منھم

۴

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیَاْتِیَنَّ عَلٰی اُمَّتِیْ کَمَا اَتٰی عَلٰی بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتّٰی اِنْ کَانَ مِنْھُمْ مَنْ اَتٰی اُمَّہٗ عَلَانِیَۃً لَکَانَ فِیْ اُمَّتِیْ مَنْ یَّصْنَعُ ذٰلِکَ وَاِنَّ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰی ثِنْتَیْنِ وَسَبْعِیْنَ مِلَّۃً وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلٰثٍ وَّسَبْعِیْنَ مِلَّۃً کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّۃً وَّاحِدَۃً قَالُوْا مَنْ ھِیَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ

(رواہ الترمذی)

ترجمہ۔ عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ البتہ ضرور میری امت پر بھی وہ دور آئیگا۔ جس طرح بنی اسرائیل پر آیا تھا۔ جس طرح (ایک انسان کا) ایک پاؤں کا جوتا دوسرے پاؤں کے جوتے کے برابر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر ان میں سے کسی نے اپنی ماں سے ہم بستری کی تھی۔ تو میری اُمّت میں بھی ایسا ہوگا۔ جو یہ کام کرے گا اور تحقیق بنی اسرائیل بہتّر فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری اُمّت تہتّر فرقوں میں بٹے گی۔ سوائے ایک فرقہ کے باقی سب دوزخ میں جائیں گے۔ انہوں نے عرض کی۔ یارسولؐ اللہ وہ کونسا فرقہ ہوگا۔ آپؐ نے فرمایا جس طریقہ پر مَیں اور میرے صحابہ کرامؓ ہیں۔

دُعا

اللہ تعالےٰ ہمیں ان سب ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جو عقد بالرسول کی بناء پر ہم پر لازم کی گئی ہیں۔ جن کی تفصیل گزشتہ سطور میں کتاب و سُنّت کی روشنی میں عرض کر چکا ہوں۔ آمین یا الٰہ العالمین

مورخہ ۵ ر جمادی الاوّل سنہ ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۱ ر اکتوبر سنہ ۱۹۵۶ عیسوی

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

روحانیت کے صحت یافتہ اور روحانیت کے مریض

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؕ۔

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد میری آج کی معروضات کا عنوان ہے روحانیت کے صحت یافتہ اور روحانیت کے مریض۔

اللہ تعالےٰ نے انسان کے لئے جسمانی اور روحانی دو نظام چلائے ہیں۔ جس طرح انسان جسمانی لحاظ سے صحت یافتہ اور مریض ہوتے ہیں۔ بعینہٖ اسی طرح روحانی لحاظ سے بھی وہ صحت یافتہ اور مریض ہوتے ہیں جسمانی صحت یافتہ انسان کی علامت یہ ہے کہ اس کے معدے میں اشتہا پیدا ہو جو طیب چیزیں اللہ تعالےٰ نے انسان کی نشو و نما کے لئے پیدا کیں۔ ان کی خواہش پیدا ہو۔ جب مل جائیں تو خوشی سے کھائے کھانے کے بعد فرحت اور سرور پیدا ہو۔

اگر ان چیزوں کی نہ اشتہا ہو۔ نہ ان کی خواہش ہو۔ نہ بھوک لگے نہ کھانے پینے کی طرف طبیعت مائل ہو۔ اگر زبردستی استعمال کرا دی جائیں تو طبیعت میں فرحت اور سرور کی بجائے تکدر پیدا ہو۔ تو اس قسم کے انسان کو جسمانی لحاظ سے مریض کہا جائے گا۔ جسمانی لحاظ سے صحت یافتہ اور مریض دونوں قسم کے انسانوں کا میں موازنہ کر چکا ہوں۔ کہ جسمانی صحت مند کی کیا حالت ہوتی ہے اور مریض کی کیا حالت ہوتی ہے بعض اوقات انسان صحت مند اور بعض اوقات مریض ہوتا ہے۔

ہمارے اطبا جب اپنی ادویات کی فہرست شائع کرتے ہیں تو اس کے سرورق پر لکھا کرتے ہیں۔ لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ (ہر مرض کی دوا ہے) طبیب حاذق کے پاس مریض چلا جائے تو وہ جسمانی امراض کے مریضوں کا علاج کرتے ہیں۔ آہستہ آہستہ معدہ میں اشتہا پیدا ہو جاتی ہے۔ کھانا سامنے لایا جائے تو طبیعت میں کھانے کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے اور کھانے کے بعد طبیعت میں فرحت اور سرور پیدا ہوتا ہے

بعینہٖ یہ نقشہ ادھر بھی ہے۔ بعض انسان روحانیت کے لحاظ سے صحت مند اور بعض مریض ہوتے ہیں۔ روحانیت کی غذا ذکر الٰہی ہے۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (سورہ الرعد رکوع ۴۔ پ ۱۳) (ترجمہ: خبردار اللہ کی یاد ہی سے دل تسکین پاتے ہیں)

اگر انسان روحانی لحاظ سے صحت مند ہے تو اس کو ذکر الٰہی کی اشتہا پیدا ہوگی روحانی صحت کا یہ مطلب ہے کہ انسان کا اپنے خالق حقیقی سے تعلق درست ہو۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو روحانی لحاظ سے صحت مند بنائے۔ اور اگر کوئی کمی ہے تو اس کو پورا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

روحانی صحت کی یہ علامت ہے۔ کہ انسان اذان کی آواز سن کر فوراً مسجد کی طرف چل پڑے۔ اگر گھر یا دوکان مسجد سے دور ہے تو وقت کا لحاظ رکھے۔ مثلاً اگر ظہر کی نماز ایک بجے ہوتی ہے تو وہ پندرہ بیس منٹ پہلے مسجد کی طرف روانہ ہو جائے۔ پانچ منٹ راستہ کے لئے اور باقی وضو اور سنتوں میں صرف کرے گا اس کے بعد باجماعت نماز ادا کرکے اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائے گا کہ اس نے نماز باجماعت ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اگر گھر میں یا دکان پر نماز پڑھتے تو ایک نماز کا ثواب ملتا۔ اب اس نے اپنی رحمت سے ۲۵ یا ۲۷ نماز کا ثواب عطا فرمایا۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ اگر ایک شخص گھی اپنے گاؤں میں ہی فروخت کرتا ہے تو -/5 روپیہ سیر قیمت ملتی ہے۔ لیکن اگر وہ اس کو شہر میں لا کر بیچتا ہے تو -/8 روپیہ سیر بکتا ہے۔

جن کو کھانے کی اشتہا ہوتی ہے۔ وہ جب کھانے کا وقت آتا ہے تو یا ہوٹل میں یا گھر شوق سے جاتے ہیں۔ جن کی صحت روحانی بحال ہے۔ وہ نماز کے لئے بھی شوق سے آتے ہیں۔ پانچ وقت اللہ کی رحمت کے دروازے کھلتے ہیں۔ جو اس وقت اللہ تعالےٰ کے دروازہ پر آکر نماز ادا کرتے ہیں۔ وہ گناہ بخشواتے اور رحمت سے جھولیاں بھر کر لے جاتے ہیں۔ اذان کی آواز سن کر ان کی طبیعت میں بے چینی پیدا ہو جاتی ہے۔ جس طرح ناشتہ کے وقت طبیعت خود ناشتہ مانگتی ہے اور سہ پہر کے وقت چائے کا خود تقاضا کرتی ہے۔ اسی طرح نماز کے وقت روح کہتی ہے کہ مجھے نماز کے لئے چھٹی دی جائے۔ جس طرح کھانے سے پہلے ہاتھ دھوئے جاتے ہیں۔ اور برتن بھی صاف کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح نماز سے پہلے وضو کیا جاتا ہے اور سنتیں پڑھی جاتی ہیں۔

جن کو اللہ تعالےٰ نے توفیق دی ہوئی ہے۔ وہ کھانے کے بعد ہر موسم کے مطابق فواکہ (پھل) بھی کھاتے ہیں۔ نماز کے بعد آیۃ الکرسی ایک دفعہ سبحان اللہ ۳۳ دفعہ۔ الحمد للہ ۳۳ دفعہ۔ اللہ اکبر ۳۴ دفعہ اور ایک دفعہ لا الٰہ الا اللہ یا باقی اذکار الٰہیہ درود شریف وغیرہ۔ یہ ادھر کے فواکہ ہیں۔ جن کو اللہ تعالےٰ توفیق دیتے ہیں۔ وہ نماز کے بعد باقی اذکار بھی پورے کر لیتے ہیں۔ نہ پڑھیں تو ان کو اطمینان نہیں ہوتا۔ اصل چیز تو نماز ہی ہے۔ یہ اذکار نماز کے علاوہ ہیں۔ جس طرح اصل چیز تو کھانا ہی ہے۔ کھانے کے بعد طبیعت تو سیر ہو جاتی ہے۔ مگر پھر بھی لوگ فواکہ کا استعمال کرتے ہیں۔ میں جب کابل میں تھا تو وہاں جمال پاشا رحمۃ اللہ علیہ وزیر بحر ترکی تشریف لائے۔ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب سندھی رحمۃ اللہ علیہ ان سے ملنے گئے۔ تو میں بحیثیت خادم ان کے ساتھ گیا۔ جمال پاشا کے لئے کھانے سے پہلے سوپ (یخنی) آیا۔ میں اس سے یہ سمجھا کہ ترک سوپ اس لئے پیتے ہیں کہ گلا تر ہو جائے۔ اگر کسی نے بادشاہ سے ملنے جانا ہو تو وہ اس کے لئے پہلے تیاری کرے گا نہا کر کپڑے نئے اور استری شدہ پہنے گا۔ پگڑی شیشہ میں دیکھ کر خوب اچھی طرح باندھے گا۔ اسی طرح دربار الٰہی میں حاضر

ہونے کے لئے وضو کیا جاتا ہے۔ اگر صحت روحانی کا صحت یافتہ ہے تو دل مسجد سے وابستہ ہوگا۔ اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ملاحظہ ہو۔

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم سبعة یظلهم الله فی ظله یوم لاظل الاظله (ترجمہ) ۔حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سات شخص ہیں۔ جن کو اللہ تعالےٰ اس دن اپنے سایہ میں رکھیگا جس روز اس کے سایہ کے سوا اور کوئی نہ ہوگا۔)

ان سات میں سے ایک وہ شخص ہے جس کا دل مسجد سے وابستہ رہتا ہے۔ نماز سے فارغ ہو کر مجبوراً مسجد سے نکل تو گئے پھر مسجد کی طرف دوبارہ آنے کے لئے دل راغب رہتا ہے۔ ملازمت ہے یا دوکانداری ہے۔ اس کے لئے مجبوراً جانا پڑتا ہے۔ مگر دل بے قرار رہتا ہے کہ کب دوبارہ پھر مسجد میں جائیں۔ خدا کرے جلدی نماز کا وقت آئے اور یاد الٰہی کی لذت پھر نصیب ہو۔ یہ معمولی چیز نہیں ہے۔ اس کا اللہ تعالےٰ کتنا اجر عطا فرماتے ہیں۔ اپنے سات خوش قسمت بندوں کی فہرست میں شامل فرما رہے ہیں۔

انسان تندرست ہو تو غذا اس کے لئے راحتِ جان ہے۔ وہ شوق سے کھائے گا اور وہ جزو بدن بن جائے گی۔ اگر صحت بگڑی ہوئی ہے تو نہ کھانے کی طرف رغبت ہوگی اور نہ کھائے گا۔ اسی طرح جن کی روحانی صحت بگڑ جاتی ہے۔ ان کو عبادت سے نفرت ہو جاتی ہے۔ عبادت سے نفرت کفر ہے۔ ایک شخص کا لڑکا درس میں با قاعدہ آتا تھا۔ باپ نے اس کو جب لندن بھیجا تو باپ نے اس کی مجھے تصویریں دکھلائیں وہاں سڑکوں پہ لوگوں کو قرآن سُنا رہا تھا لیکن وہاں کے قیام نے آہستہ آہستہ یہ سب رنگ ختم کر دیا۔ جب واپس آیا تو نہ قرآن رہا اور نہ پابندی نماز رہی۔ اسی شخص کے دوسرے بیٹے کا واقعہ ہے کہ جب باپ نماز کے لئے کہتا تو جواب دیتا کہ اباجی آپ کی نماز پڑھ لیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی پڑھنے کو تو دل نہیں چاہتا۔ یہ وہ ہیں جن کی روحانی صحت بگڑی ہوئی ہے۔

روحانی مریض دو قسم کے ہوتے ہیں

۱ نا قابل اصلاح۔ ان کے متعلق ہادی کو بھی پتہ نہیں دیا جاتا۔ اگر انبیاءؑ کو علم ہو جائے کہ فلاں شخص نا قابل اصلاح ہے۔ تو وہ کبھی اس کو دعوت نہ دیں۔ مومنوں کی صفات حمیدہ میں سے ایک صفت یہ ہے۔ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ (سورۃ المومنون رکوع ا پ ۱۸)۔ (ترجمہ۔ اور جو بیہودہ باتوں سے منہ موڑنے والے ہیں) لغو وہ کام ہے جس کے کرنے سے نہ دین کا کوئی فائدہ ہو نہ دنیا کا۔ انبیاءؑ تو مومنوں کے امام ہوتے ہیں وہ کس طرح لغو بات کے پیچھے پڑ سکتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم بھی آخر دم تک اس قسم کے لوگوں کو تبلیغ حق فرماتے رہے۔ وہ تو ماہی گیر کی طرح دریا میں جال ڈال دیتے ہیں۔ جال میں بعض اوقات کچھوا بھی پھنس جاتا ہے اور مچھلی بھی آ جاتی ہے۔ کچھوا حرام ہے اور مچھلی حلال ہے۔

۲۔ قابلِ اصلاح۔ یہ روحانی مریض ہوتے ہیں۔ خوش قسمتی سے معالج روحانی کے ہاں پہنچ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ شفا عطا فرما دیتے ہیں۔

ایمان لانے سے پہلے اکثر صحابہ کرامؓ اسلام کے دشمن تھے۔ حضرت صدیق اکبرؓ ابوذر غفاریؓ اس قسم کے دو چار حضرات ہی کفر اور شرک سے بچے ہوئے تھے۔ ایک دفعہ صدیق اکبرؓ اور عمر فاروقؓ میں کچھ ترش کلامی ہو گئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو جب اس کا علم ہوا تو آپ نے حضرت عمرؓ کو ڈانٹا کہ صدیق اکبرؓ ہی اکیلے وہ شخص ہیں۔ جنہوں نے میری تصدیق کی۔ جب تم سب نے مجھے جھٹلایا۔ تم اس کو بھی ستاتے ہو۔ جب صدیق اکبرؓ روحانی علاج سے صحت مند تھے۔ تو عمرؓ اس وقت روحانی مریض تھے۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے صحت عطا فرمائی۔ کہتے ہیں کہ جب تک سانس۔ تب تک آس۔ ہادی اس پر عمل کرتا ہے۔

خالد بن ولیدؓ اُحد میں مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لئے آئے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے جب ایمان نصیب فرمایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو سیف اللہ (اللہ کی تلوار) کا لقب عطا فرماتے ہیں۔ وہ ایک دن میں سات تلواریں کفار کی گردنوں پر توڑتے ہیں۔ کفار کی صفوں کو چیرتے ہوئے نکل جاتے ہیں۔ اور پھر چیرتے ہوئے واپس آ جاتے ہیں۔

تیسری قسم ان لوگوں کی ہے۔ جن کی روحانی صحت فطرتی بحال ہوتی ہے۔ وہ ہادی کی آواز سُن کر فوراً ایمان لے آتے ہیں۔ ان کا ذکر اس آیت میں آتا ہے۔

ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان امنوا بربکم فامنا ربنا فاغفر لنا ذنوبنا وکفر عنا سیاتنا وتوفنا مع الابرار (سورۃ آل عمران رکوع ۲۰ پ ۴)

(ترجمہ:۔ اے رب ہمارے ہم نے ایک پکارنے والے سے سنا۔ جو ایمان لانے والے کو پکارتا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ۔ سو ہم ایمان لے آئے۔ اے رب ہمارے اب ہمارے گناہ بخش دے۔ اور ہم سے ہماری برائیاں دور کر دے۔ اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ موت دے)

جو نا قابلِ اصلاح طبقہ ہے ان پر ہادی کی آواز سے اتمام حجت ہو جاتا ہے۔ قیامت کے دن وہ یہ نہیں کہہ سکیں گے۔ ربنا ما جاءنا من نذیر۔ بلکہ خود اقرار جرم کریں گے۔

اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ٥ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ٥ قَالَ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ٥

کیا تمہیں ہماری آیتیں نہیں سنائی جاتی تھیں۔ پھر تم انہیں جھٹلاتے تھے۔ کہیں گے اے ہمارے رب ہم پہ ہماری بدبختی غالب آ گئی تھی اور ہم لوگ گمراہ تھے۔ اے رب ہمارے ہمیں اس سے نکال دے۔ اگر پھر کریں تو بے شک ظالم ہوں گے۔ فرمائے گا۔ اس میں پھٹکارے ہوئے پڑے رہو اور مجھ سے نہ بولو۔ (سورہ المومنون۔ رکوع ۵۔ پ ۱۸)

ہر دَور میں انسان بھی نئے ہوں گے اور ہادی بھی نئے۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو صحیح معنوں میں صحت یافتہ بنائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

جو درس جمعہ اور ذکر میں شوق سے آتے ہیں میں ان کو مبارکباد دیتا ہوں یہ صحت روحانی علامت ہے۔ جیسے شکاری وہاں شکار کے لئے جاتا ہے۔ جہاں مرغابیاں وغیرہ زیادہ ہوں۔ اسی طرح شیطان بھی درس وغیرہ سے شکار کر کے لے جاتا ہے اس کے فریب میں نہ آیئے۔ وہ دل میں یہ خیال ڈالتا ہے۔ کہ بڑے درس سُنے۔ اب اس کی ضرورت نہیں۔ نفس سے کہا کیجئے کہ بہت اناج اور پھل کھائے ہیں۔ اب کھانا کیوں نہیں چھوڑ دیتے۔ جب جسم کی ضروریات سے دستبردار نہیں ہو سکتے تو روح کی ضروریات سے کس طرح دستبردار ہو سکتے ہیں۔ اگر ہم دنیا سے امراض روحانی سے شفایاب ہو کر گئے تو قبر بہشت کا باغ بن جائے گی۔ اگر یہاں شفا نہ ہوئی تو پھر اللہ کے ہسپتال میں رہنا پڑے گا۔ ان کا ایک ہی ہسپتال ہے۔ جن کو جہنم کہتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حرام مال سے پرورش پانے والا گوشت جہنم کا زیادہ مستحق ہے جو رشوت کھاتے ہیں۔

(باقی صفحہ ۲۶ پر)

گلہائے عقیدت

(نعت سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم)

"شاعر الحرم" مولانا نسیم احقل فریدی امروہی

بہار آگئی مرے دل کی کلی معلوم ہوتی ہے
ہوائے فیضِ طیبہ سے چلی معلوم ہوتی ہے

لباسِ فقر میں شانِ نبی معلوم ہوتی ہے
قبائے نور کملی میں چھپی معلوم ہوتی ہے

ترے ہر فعل میں معراج مضمر ہے ترقی کی
ترے ہر قول میں، اک زندگی معلوم ہوتی ہے

نگاہِ ناز کے صدقے، اضافہ ہو عنایت میں
مرے دردِ جگر میں کچھ کمی معلوم ہوتی ہے

مداوا کے لئے پھر اذن دے توحید والوں کو
مزاجِ کفر میں کچھ برہمی معلوم ہوتی ہے

فراق و ہجر بھی آخر گوارا ہو گیا دل کو
مجھے ان کی خوشی اپنی خوشی معلوم ہوتی ہے

چھپا سکتا نہیں سوزِ دروں، شیدا محمدؐ کا
کہ زردی رخ پہ، آنکھوں میں نمی معلوم ہوتی ہے

خدا کے واسطے بہرِ تسلی اب تو آجاؤ
مریضِ غم کی حالت آخری معلوم ہوتی ہے

سلامِ شوق کر اے دل کہ یہ بابُ السّلام آیا
یہاں دُنیا مرادوں کی چھپی معلوم ہوتی ہے

فریدیؔ خلد میں روحِ شہیدی مجھ سے کہتی ہے
کہ تیری نعت مقبولِ نبیؐ معلوم ہوتی ہے

بصد شکریہ "الحرم" میرٹھ

آقائے دو جہاں کی یاد میں

اشرف صبائی

سرورِ رُوح و سکونِ جگر ہے نام اُس کا
نگاہِ شمس و قمر میں ہے احترام اُس کا

خدا اور اُس کے ملائک بھی بھیجتے ہیں درود
بڑی جناب ہے اس کی بڑا مقام اُس کا

حریفِ محفلِ انجم تھا ریگزارِ عرب!
عجیب شان سے چمکا مہِ تمام اُس کا

پڑی ہے بامِ فلک سے پرے کمند اُس کی
ہوا ہے طائرِ سدرہ اسیرِ دام اُس کا

کلیدِ گنجِ معانی ہر ایک بات اُس کی!
پیامِ زندگیٔ جاوداں پیام اُس کا

اَدب سے قیصر و کسریٰ کھڑے ہیں جس کے حضور
زہے نصیب اشرؔ بھی ہے اِک غلام اُس کا

بصد شکریہ حقیقت اسلام لاہور

بقیہ حقیقت بعثت حضور اکرم

(صفحہ ۲ سے آگے)

ان کی جہالت کی حد ہے کہ راستہ بھول جانے پر کپڑے اُتار کر اُلٹے پہنے جاتے تھے تاکہ وہ راستہ یاد آجائے
مظلوم آدمی برہنہ ہو جاتا تھا تاکہ لوگ اس کو مظلوم سمجھ کر اسی کی مدد کریں۔

گدھے کی بولی بول کر دوسرے شہر میں داخل ہونا مصیبت اور وبا کے اثر سے محفوظ رہنا خیال کیا جاتا تھا
ان کے نکاح کا طریقہ یہ تھا کہ عہد وفا کرتے وقت اپنی چادر ایک دوسرے کے سر پر ڈال کر پھاڑ ڈالتے یہ محبت کی علامت تھی۔ اور بیوہ عورت کو ایک سال تک شہر سے نکال دیا جاتا تھا۔

جہالت کا اتنا زور تھا کہ لڑکیوں کو زندہ در گور کرنا اور نوجوان بیوہ ماں سے اس کے لڑکے کا نکاح کردینا۔

اور جنگوں میں لوگوں کو زندہ جلا دینا۔ اور مستورات کے پیٹ چاک کر ڈالنا۔ اور معصوم بچوں کو نیزہ پر اٹھا لینا جائز تھا۔

اور نہایت معمولی بات (مثلاً ممنوعہ کھیتی میں مویشی کا چرانا) پر نصف صدی تک جنگ، چلی جاتی تھی چنانچہ ایسی باتوں پر بارہ سو کے قریب خونریز لڑائیاں ہوئیں جس کی جنگ لبوس اور واحس شاہد ہے۔

اور بتوں پر آدمی کی قربانی چڑھائی جاتی تھی۔ ازدواج کی کوئی حد نہ تھی، قماربازی، زناکاری اور شراب خوری عام تھی۔ وہ بے حیائی کو فخر اور شان سمجھتے تھے اور خونریزی کو بہادری خیال کیا جاتا تھا۔

خلاصہ یہ کہ بندے اپنے حاکمِ حقیقی سے غافل ہو چکے تھے مخلوق میں ایسا کوئی نہ تھا جو اپنے خالقِ واحد کو ڈھونڈے۔ کوئی قدم نہ تھا جو اس کی طرف دوڑے، کوئی آنکھ نہ تھی جو اس کے لئے اشکبار ہو کوئی دل نہ تھا جو اس کی یاد میں مضطرب ہو، کوئی روح نہ تھی جو اسے پہچان سکے، کوئی عقل نہ تھی جو راہِ حق کو سمجھے، کوئی علم نہ تھا جو حقیقت ذاتِ الٰہی اور حقیقت کائنات کا انکشاف کرے، کوئی ضابطہ نہ تھا جو ملک کی اصلاح کرے۔

اس طوفانی جہالت اور بدتمیزی کو ختم کرنے کے لئے اور دنیا کی بدترین حالت کو بہترین بنانے کے لئے، اور بنی نوع انسان کی جسمانی، روحانی، مذہبی، قومی، خاندانی، شہری، دیہاتی، ملکی، سیاسی، جنگی، معاشی، تجارتی اور عبادات کی اصلاح کے لئے، اللہ تعالیٰ نے حبیبِ خدا جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا:

آدمیت کا غرض ساماں مہیا کر دیا
اک عربؐ نے آدمی کا بول بالا کر دیا

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور اس کے نتائج

جب کفر اور شرک کی آندھیاں وحدت کے چراغ کو گل کر رہی تھیں اور ملک میں بغاوتِ الٰہی اور جہالت کا زور ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی شانِ حاکمیت، مالکیت خالقیت، وحدانیت کو ظاہر کرنا چاہا اور اپنی واحد حکومت

(باقی صفحہ ۱۹ پر)

آفتاب نبوت

عبدالرحمن لودھیانوی۔ پرنسپل عثمانیہ کالج۔ شیخوپورہ

تقریباً چار ہزار سال کا عرصہ گزرا ہے۔ کہ سیدنا حضرت ابراہیم وحضرت اسمٰعیل علیہما السلام نے کعبہ تعمیر کرتے وقت اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگتی تھی کہ ہماری جماعت میں ایک اپنی فرمانبردار جماعت پیدا کر اور ان میں ایک ایسا رسول بھیج جو اُن کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے سو ان دونوں کی اولاد میں سے سوائے سرورِ کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسا کوئی اور نبی نہیں آیا۔

یوں تو جملہ انبیائے سابقین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا مژدہ سناتے آئے ہیں۔ لیکن جس صراحت، وضاحت اور اہتمام سے حضرت مسیحؑ نے آپ کی آمد کی خوشخبری دی۔ وہ کسی اور سے منقول نہیں وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ ؕ کیونکہ اُن کے بعد نبی آخرالزمان کے سوا کوئی دوسرا نبی آنے والا نہ تھا؎

ازخاکِ بطحا کی وہ ودیعت
چلے آتے تھے جسکی دیتے شہادت
ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دُعائے خلیل اور نوید مسیحا

ضرورتِ رسولؐ

حضرت مسیح کے بعد تقریباً چھ سو برس سے انبیاء کی آمد کا سلسلہ منقطع ہوچکا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ کے بعد تمام انبیاء حضرت اسحٰق علیہ السلام کی اولاد میں سے آتے رہے۔ یہ سلسلہ حضرت مسیحؑ پر ختم ہوگیا آپؐ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ آپؐ کی تشریف آوری سے قبل ساری دُنیا اِلَّا ماشاء اللہ جہالت، غفلت اور اوہام و اہوا کی تاریکیوں میں پڑی تھی۔ ہدایت کے چراغ گُل ہوچکے تھے ظلم و عدوان فساد و الحاد کی گھٹا تمام آفاق پر چھا رہی تھی۔ اُس وقت سارے جہان کی اصلاح کے لئے خدا نے سب سے بڑا ہادی اور نذیر و بشیر بھیجا۔ جو جاہلوں کو فلاح دارین کے راستے بتلائے غافلوں کو اپنے ڈرانے اور خوف دلانے سے بیدار کرے۔ اور پست ہمتوں کو بشارتیں سنا کر اُبھارے اس طرح ساری مخلوق پر خدا کی حجّت تمام ہوگئی کوئی مانے یا نہ مانے۔

عیسائی مسیح کو ابن اللہ کہتے تھے۔ مُشرک فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے یہودی حضرت عزیرؑ کو ابن اللہ کہتے تھے آتش پرست بیٹی اور بہن کو گھر میں ڈال لینا ثواب عظیم جانتے تھے۔ عرب کے لوگ حقیقی والدہ کو چھوڑ کر اپنے باپ کی تمام دیگر ازواج کو لونڈیاں بنا لیا کرتے تھے۔ الغرض اُس وقت ایسے مُصلح کی ضرورت تھی۔ جو دنیا کو ان عیبوں سے پاک وصاف کرے۔ خدا تعالےٰ نے رحمت مجسم اور نُورانی ہستی کو مبعوث فرمایا۔ جس کی پُرنور شعاؤں نے ظلمت کو نور سے بدل دیا۔ اور گمراہوں کو صراط مستقیم دکھلایا؎

نہ سوچا کوئی فرق اُن کو خدا اور تمہیں
کہ رکھے تین سو ساٹھ بت اللہ کے گھر میں

احسان باریتعالیٰ

اللہ تعالےٰ نے اُنہی کی جنس اور قوم میں کا ایک آدمی رسول بنا کر بھیجا۔ جس کے پاس بیٹھنا۔ بات چیت کرنا زبان سمجھنا اور ہر قسم کے انوار و برکات کا استفادہ کرنا آسان ہے۔ اس کے احوال۔ اخلاق۔ سوانح زندگی، امانت، دیانت، خدا ترسی اور پاکبازی سے وہ خوب واقف ہیں۔ اپنی ہی قوم اور کنبے کے آدمی سے جب معجزات ظاہر ہوتے دیکھتے ہیں۔ تو یقین لانے میں زیادہ سہولت ہوتی ہے۔ فرض کرو کوئی جن یا فرشتہ رسول بنا کر بھیجا جاتا تو معجزات دیکھ کر یہ خیال کرلینا ممکن تھا۔ کہ چونکہ جنس بشر سے جُداگانہ مخلوق ہے۔ شاید خوارق (خلاف عادت باتیں) اس کی خاص صورت نوعیہ اور طبیعت ملکیہ وجنّیہ کا نتیجہ ہوں ہمارا اس سے عاجز رہ جانا دلیل نبوت نہیں بن سکتا، بہرحال مومنین پر خدا کا بڑا احسان ہے۔ کہ اُس نے ایسا رسول بھیجا۔ جس سے بے تکلف فیض حاصل کرسکتے ہیں۔ باوجود معزز ترین اور بلند ترین ہونے کے اُن ہی کے مجمع میں نہایت نرم خوئی کے ساتھ گھلا ملا رہتا ہے۔

یہ صحیح ہے۔ کہ پیغمبر کو عام انسانوں سے بالکل ممتاز ہونا چاہئے۔ لیکن وہ امتیاز مال و دولت و حکومت اور دنیا کی ٹیپ ٹاپ میں نہیں بلکہ اعلیٰ اخلاق، بہترین ملکات، تقویٰ، خدا ترسی۔ حق پرستی۔ دردمندی خلائق، اور ان صریح آیات و نشانات پیش کرنے سے اُن کو امتیاز حاصل ہوتا ہے۔

جو رُوحِ خلیل۔ وجانِ ذبیح و نازش موسیٰ فخرِ مسیحا۔ نورِ نگاہِ آدم وحوّا علیہ السلام حق تعالےٰ بطور تمام حجّت و اکمال نعمت ان کے اندر قائم کرنا یا اُن کے ذریعہ سے ظاہر فرماتا ہے۔ وہ وحیِ الٰہی اور ربّانی دلائل و براہین کی روشنی میں صاف راستہ پر چلتے ہیں۔

میثاق انبیاء

یہ بات روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے۔ کہ خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلعم پر ایمان لانے اور اُن کی مدد کرنے کا عہد بلا استثناء تمام انبیائے سابقین سے لیا گیا تھا۔ اور انہوں نے اپنی اپنی اُمتوں سے یہی قول و قرار لئے ہونگے کیونکہ صرف ایک آپ ہی کی مخزن الکمالات ہستی تھی۔ جو عالم غیب میں سب سے پہلے اور عالم شہادت میں سب انبیاء کے بعد جلوہ افروز ہونے والی تھی اور جس کے بعد کوئی نبی آنے والا نہ تھا۔ اور آپ ہی کا وجود مسعود تمام انبیائے سابقین اور کتب سماویہ کی حقانیت پر مُہر تصدیق ثبت کرنے والا تھا۔ خود آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ اگر آج موسیٰ ہوتے تو ان کو میرے اتباع کے بغیر چارہ نہ ہوتا اور فرمایا۔ کہ عیسیٰ جب نازل ہوں گے تو قرآن کریم اور تمہارے نبی کی سنت پر فیصلے کریں گے۔ لواء حمد لئے ہوئے شفاعت کبریٰ کے لئے پیشقدمی کرنا اور تمام بنی آدمؑ کا آپ کے جھنڈے تلے جمع ہونا اور شب معراج میں بیت المقدس کے اندر تمام انبیاءؑ کی امامت کرانا۔ حضور کی اسی سیادت عامہ اور امامت عظمیٰ کے آثار میں سے ہیں

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

اللہ تعالےٰ نے اتنا بڑا احسان فرمایا۔ کہ ایسے عظیم الشان پیغمبر اور پیغمبروں کے سردار محمد رسول اللہؐ کو تمہاری ہدایت کے لئے بھیجا ہے۔ اس پر اُس کا شکریہ ادا کرو۔ اور منعم حقیقی کو کبھی نہ بھولو۔ اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے۔ رات دن صبح شام ہمہ اوقات اُس کو یاد رکھو۔ اللہ کو بکثرت یاد کرنے کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ اللہ اپنی رحمت تم پر نازل فرماتا ہے جو فرشتوں کے توسط سے آتی ہے۔ یہی رحمت و برکت ہے۔ جو تمہارا ہاتھ پکڑ کر جہالت وضلالت کی اندھیریوں سے علم و تقویٰ کے اُجالے میں لاتی ہے۔ اگر اللہ کی خاص مہربانی ایمان والوں پر نہ ہو۔ تو دولتِ ایمان کہاں سے ملے۔ اور کیونکر محفوظ رہے۔ اُسی کی مہربانی سے مومنین رُشد و ہدایت اور ایمان و احسان کی راہوں میں ترقی کرتے ہیں۔ یہ تو دنیا میں اُن کا حال ہوا۔ آخرت میں اللہ اُن پر سلام بھیجے گا۔ اور فرشتے سلام کرتے ہوئے اُن کے پاس آئیں گے۔

آپؐ اللہ کی توحید سکھاتے ہیں اور اُس کا رستہ بتاتے ہیں۔ جو کچھ کہتے ہیں دل سے اور عمل سے اُس پر گواہ ہیں اور محشر میں بھی اُمت کی نسبت گواہی دیں گے۔ کہ خدا کے پیغام کو کس نے کس قدر قبول کیا۔

نافرمانوں کو ڈراتے اور فرمانبرداروں کو خوشخبری سناتے ہیں۔ آپؐ آفتاب نبوّتؐ ہدایت ہیں۔ جس کے طلوع ہونے کے بعد کسی دوسری روشنی کی ضرورت نہیں رہی۔ سب روشنیاں اُسی نورِ اعظم میں محو و مدغم ہوگئیں جب اللہ نے آپ کو ایسے کمالات اور ایسی برگزیدہ جماعت عنایت فرمائی۔ تو آپ حسب معمول فریضۂ دعوت و اصلاح کو پوری مستعدی سے ادا کرتے رہے اور اللہ جو حکم دیتے اُس کے کہنے یا کرنے میں کسی کافر و منافق کی یاوہ گوئی کی پرواہ نہ فرماتے ؎

خلافِ پیمبر کسے راہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

جب روئے زمین پر گناہوں کی تاریکی اور بدیوں کی ظلمت محیط ہو جاتی ہے۔ تو صبح کا تڑکا ہوتا ہے۔ اور آفتاب ہدایت نمودار ہوتا ہے۔ باغِ عالم میں جب بُرائیوں کی خزاں چھا جاتی ہے۔ تو موسم بدلتا ہے۔ اور بہارِ نبوّت رونق افروز ہوتی ہے اور جس طرح زمین و آسمان، چاند سورج، پھل اور پھول، کے خاص خاص قوانین فطرت ہیں۔ جن میں عموماً تغیر نہیں ہوتا۔ اسی طرح اس روحانی دنیا کی رُشد و ہدایت، عذاب و رحمت، اور نبوت و رسالت کے خاص خاص اُصول و قواعد ہیں۔ جن میں تغیر راہ نہیں پاتا انبیاء و رُسل اپنے اپنے وقت پر مبعوث ہو کر قوموں کو دعوت دیتے ہیں۔ آپ آفتاب فضل و کمال ہیں۔ اور دیگر انبیاء علیہم السلام اس آفتاب کے اقمار اور کواکب ہیں۔

روشنی پھیلی نورِ حق آیا صلی اللہ علیہ وسلم
اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا صلی اللہ علیہ وسلم

جب آپؐ چالیس برس کے ہوئے۔ تو خدا تعالےٰ نے آپ کو نبوّت کا انمول خلعت پہنایا۔ اور تمام جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔ سعادت کے کتابوں آپ کے نورانی ستارے کو طلوع کیا۔ اور رسالت کے وسیع خزانہ کے لئے آپ کا سینہ کھولا۔ اذان کی شہادتین میں آپ کا ذکر بلند کیا۔ آپ کو آسمانوں کی سیر کرائی گئی۔ یہاں تک کہ بقدر دو کمان یا اس سے بھی کم آپ میں اور خدا تعالیٰ میں فاصلہ باقی رہا۔ جناب رسولِ اکرمؐ اپنی قوم کے بڑے سردار اور رئیس تھے۔ آپ کا قد چھریرا اور متوسط۔ آپ کی بُو خوشگوار اور پاک۔ آپؐ کے بدن سے عنبر سے زیادہ دلپسند خوشبو آتی تھی۔ آپ کے جامع کلماتِ منقول اور نادر و غریب حکمتیں مشہور ہیں۔ آپ کے معانی کے صاف اور ستھرے چشمے بڑے بہتے تھے اور الفاظ کے چمکدار موتی لڑی میں پروئے ہوئے تھے۔ خدا تعالےٰ نے اپنا کلام مقدس آپؐ کی مادری زبان میں نازل فرمایا جو شخص آپ سے قطع رحمی کرتا تھا۔ آپ اس سے صلہ رحمی کرتے تھے اور جو کوئی نہ دیتا تھا آپ اسے دیا کرتے تھے جو آپ کو محروم رکھتا۔ اس پر مال صرف کرتے اور جو ظلم کرتا تھا۔ اس سے درگزر فرماتے۔ قدرت کے ہوتے ہوئے بھی کسی سے بدلہ نہ لیتے تھے ناگوار اور مکروہ باتوں پر صبر کیا کرتے تھے خدا تعالےٰ نے آپ کے لئے صراط مستقیم اور حقائق ظاہر کر دئے۔ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ (پ ۳۰ ع ۱۸) پوشیدہ کئے ہوئے بھیدوں پر اطلاع دی۔ اور مخفی رازوں کے عجائبات کی خبر دی۔ اپنی بادشاہت اور ملک کے غرائب ظاہر کر دیئے۔ اور اپنی عظمت کبریائی اور جبروت کی طرف نظر کرنے میں آپ کو یکتا اور منفرد ثابت کیا۔ اپنے الطاف خفیہ کا آپ پر سایہ ڈالا اور یہاں تک اپنی قربت نصیب کی جس کی کیفیت بیان کرنے سے زبان عاجز ہے

رُوحانی جواہر پارے

یعنی

بعض ارشادات وشمائل محبوبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم

از جناب محمد شعیب صاحب میاں علی ضلع شیخوپورہ

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

ہزار بار بشویم دہن بمشک وگلاب
ہنوز نام تو بُردن کمال بے ادبی است

تمہید

فخر موجودات رحمت عالمیان صفوۂ زمان خاتم الانبیاء احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کے ارشادات عالیہ و شمائل مبارکہ و عادات کریمہ کا کون احاطہ کرسکے، محدثین کرام رحمہم اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے ارشاداتِ عالیہ و اخلاق مبارکہ و شمائلِ طیبہ پر مبسوط کتابیں لکھی ہیں لیکن احاطہ وہ بھی نہیں کرسکتے۔ اصل بات یہ ہے کہ ان حضرات کو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کامل اور عشق صادق نصیب تھا۔ قاعدہ ہے کہ جس سے محبت ہو اس کے ذکر سے دل کو سرور آتا ہے۔ سلف صالحین رحمہم اللہ اجمعین کو یہی سرمایۂ حیات تھا۔ اسی سلسلہ میں انھوں نے ضخیم کتابیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و حالات و عادات علیہ پر لکھیں۔ ان کے اتباع میں احقر بھی رحمتِ عالمیان صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعض ارشادات و شمائل مبارکہ کا ذکر کرتا ہے۔ جو کہ انہی کی کتب سے ماخوذ ہیں ؎

اَحِبُّ الصَّالِحِیْنَ وَلَسْتُ مِنْھُمْ
لَعَلَّ اللہَ یَرْزُقُنِیْ صَلَاحًا

قال اللہ تعالےٰ

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِمَنْ کَانَ یَرْجُوااللہَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَکَرَاللہَ کَثِیْرًا ؕ

ترجمہ۔ از شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ۔
تمہارے لئے بھلی تھی سیکھنی چال
رسولؐ اللہ کی اس کے لئے جو کوئی
امید رکھتا ہے۔ اللہ کی اور پچھلے دن
کی اور یاد کرتا ہے اللہ کو بہت سا۔

مولانا عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ” جو لوگ اللہ سے ملنے اور آخرت کا ثواب حاصل کرنے کی امید رکھتے ہیں۔ اور کثرت سے خدا کی یاد کرتے ہیں۔ اُن کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذات منبع البرکات بہترین نمونہ ہے۔ چاہیئے کہ ہر معاملہ۔ ہر ایک حرکت و سکون۔ اور نشست و برخاست میں اُن کے نقش قدم پر چلیں۔ آئیے اب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی سیرت مبارکہ سے بعض وہ گوشے جو عموماً ہماری نظروں سے اوجھل رہتے ہیں اُن کو دیکھیں۔ تاکہ حق تعالےٰ ہمیں بھی اتباعِ حضورؐ نصیب کرے۔

حضورؐ کی ذکرالٰہی پر مداومت

عَنْ عَائِشَۃَ رضؓ قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَذْکُرُ اللہَ عزوجل عَلٰی کُلِّ اَحْیَانِہٖ

(رواہ مسلم)

ترجمہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم ہمیشہ ذکر الٰہی کیا کرتے تھے۔

دوسری روایت۔ عَنْ عَبْدِ اللہِ ابْنِ اَبِیْ اَوْفٰی قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ علیہ وَسَلَّمَ یُکْثِرُ الذِّکْرَ وَیُقِلُّ اللَّغْوَ وَیُطِیْلُ الصَّلٰوۃَ وَیُقَصِّرُ الْخُطْبَۃَ وَلَا یَاْنَفُ اَنْ یَّمْشِیَ مَعَ الْاَرْمِلَۃِ وَالْمَسَاکِیْنِ فَیَقْضِیَ لَہُ الْحَاجَۃَ

(رواہ النسائی)

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم بہت ذکرِ الٰہی کرتے تھے۔ اور فضول بات کبھی نہ فرماتے تھے۔ اور نماز لمبی پڑھتے تھے اور خطبہ (وعظ) مختصر فرماتے تھے۔ اور بیوہ عورتوں اور غریب لوگوں کی حاجت برآری سے کبھی عار نہ فرماتے تھے۔

(باقی صفحہ ۲۴ پر)

ربیع الاوّل شریف کی اہمیت

(از مولانا احمد صاحب فاضل دیوبند ایم۔ اے لکھنؤ)

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

اب سے چودہ سو برس پہلے دُنیا کی جو حالت تھی اس کا اندازہ اس آیت سے کیجئے۔ ظھر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس۔ یعنی خشکی اور تری میں انسانوں کے بُرے اعمال کی وجہ سے تباہی آگئی تھی۔ روئے زمین کے گوشہ گوشہ میں باطل کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ کفر۔ شرک۔ جہالت اور ضلالت کی کالی گھٹا نے اس کو آفتاب توحید و ہدایت کی نورانی کرنوں سے محروم کر رکھا تھا۔ انسان، جس کے سر پر "لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم" کا تاج رکھا گیا تھا اسفل سافلین بن کر آگ کے گڑھے کے کنارے کھڑا ہُوا تھا اور قریب تھا کہ اس میں گر کر بھسم ہو جائے۔ وہ صرف برائے نام انسان تھا کیونکہ اخلاقی اور روحانی حیثیت سے مر کر حیوانوں کی مانند ہو گیا تھا اور صراط مستقیم سے ہٹ کر شیطانی راستوں پر بھٹک رہا تھا۔ کہیں حسن اخلاق اور ہدایت کا نام و نشان نہ تھا۔ ہر طرف کفر و معصیت کا دور دورہ تھا۔ تمام مذاہب صداقت اور روحانیت سے خالی ہو گئے تھے۔ ہندوؤں کے تیوہار بدترین جہالت اور توہم کا نمونہ تھے۔ ان کے مندر بے حیائی اور بدکاری کے اڈّے تھے۔ جس کا ثبوت آج بھی ان کی دیواروں پر بنی ہوئی فحش تصویروں سے مل سکتا ہے۔ یہی حال بدھ مذہب کے عبادت خانوں کا تھا۔ اس کے زوال کی ایک وجہ اس کے پیشواؤں کی بداخلاقی تھی۔ مسیحیت میں کوئی جان نہیں رہ گئی تھی۔ مسیحیوں نے حضرت مسیحؑ، حضرت مریمؑ اور حواریوں کے مجسموں کو سجدہ کرتے تھے۔ اور اپنے راہبوں اور پادریوں کے اقوال کو شریعت کا درجہ دیتے تھے۔ پادری دین فروش تھے اور خُدا اور بندوں کے درمیان واسطہ بنے ہوئے تھے۔ اور لوگوں سے روپیہ لے کر ان کو توبہ کی قبولیت اور گناہوں کی معافی کی سند دیتے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ لوگ گناہوں پر دلیر ہو گئے تھے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ کتنے ہی گناہ ہوں پادری کو روپیہ دے کر معاف کرائے جاسکتے تھے اور پادری بھی چاہتے تھے کہ لوگ گناہ کریں تاکہ ان کی جیب بھرے۔ غرض ان پر کسی قسم کی مذہبی اور اخلاقی پابندی نہیں رہ گئی تھی۔ مسیحی سلطنت روم کا پایہ تخت قسطنطنیہ فتنہ۔ فساد۔ ظلم اور خونریزی کا مرکز تھا۔ گرجوں اور قربان گاہوں کی عزت و حرمت کا بھی لحاظ نہیں کیا جاتا تھا۔ پادری ان مظالم کی مذمت کرنے کی بجائے ان میں سب سے زیادہ حصّہ لیتے تھے۔ کیونکہ ان کا مقصد دُنیا کمانے کے سوا کچھ نہیں تھا۔ اس [illegible]گری میں مرد۔ عورت۔ بچّے اور بُوڑھے کا کوئی امتیاز نہیں کیا جاتا تھا۔ چنانچہ مصر میں جو سلطنت روم کا ایک حصّہ تھا ایک عورت ہائی پیشیا کو جس وحشیانہ اور ظالمانہ طریقہ سے ہلاک کیا گیا وہ تاریخ میں اپنی نظیر آپ ہے۔ یہودیوں کی حالت بھی کچھ بہتر نہیں تھی۔ وہ بھی اپنے علما اور احبار کے بے بنیاد فتووں کو شریعت موسویہ پر ترجیح دیتے تھے۔ اور ان میں بعض بت پرست ہو گئے تھے۔

ایرانیوں کی بد اخلاقی اور وحشیانہ رسوم کے متعلق اتنا کہنا کافی ہے کہ تہذیب ان کے بیان کی اجازت نہیں دیتی۔ اسی بنا پر بعض فقہاء اسلام نے پارسی مذہب کو دُنیا کا بدترین مذہب قرار دیا ہے۔ بہت سی شرمناک رسمیں ایران اور ہندوستان میں مشترک تھیں۔

لیکن اس تاریک زمانہ میں دُنیا کا تاریک ترین خطّہ عرب تھا جو تمام بدیوں کا گہوارہ تھا۔ جہاں شراب خواری۔ قمار بازی۔ رہزنی اور خونریزی پر فخر کیا جاتا تھا۔ پانی گراں تھا۔ لیکن انسان کا خون ارزاں تھا۔ جنگ و جدال اور قتل و غارتگری کا بازار گرم تھا۔ انسانی قربانی کا عام دستور تھا۔ لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔ نکاح اور طلاق کے لئے کوئی قیود نہ تھیں۔ اخلاقی۔ مذہبی۔ سیاسی۔ تمدنی۔ معاشرتی پابندیاں مفقود تھیں۔ زمین سے آسمان تک تمام چیزیں ان کی معبود تھیں۔ غرض حق اللہ اور حق الناس دونوں پامال تھے۔

کعبۃ اللہ جو دُنیا میں اللہ کا پہلا گھر تھا اور جسے خلیل اللہ نے توحید کا مرکز قرار دیا تھا بتکدہ بن گیا تھا۔ جس میں تین سو ساٹھ بتوں کی پرستش ہوتی تھی دُنیا میں کوئی اسے پاک کرنے والا موجود نہ تھا۔

عرب کی زمین ہر قسم کی گمراہی اور فسق و فجور کی جامع تھی۔ وہاں عزیر ابن اللہ اور المسیح ابن اللہ کہنے والے بھی تھے اور خدا کی ہستی کے منکر دہریے بھی بتوں کے پرستار بھی تھے اور آگ کے جلوۂ الٰہی ہونے کے عقیدے والے بھی۔ غرض خطۂ دُنیا کے تمام خبائث کا مرقع تھا۔

تمام کتب سماویہ جو انسان کی ہدایت کے لئے نازل ہوئی تھیں مسخ اور محرّف کر دی گئی تھیں۔ یہودیوں۔ مسیحیوں۔ مجوسیوں۔ ہندوؤں۔ بدھوں اور جینیوں کے مذاہب اپنی اصلی شکل میں باقی نہیں رہے تھے۔ اور یہ معلوم کرنا مشکل بلکہ ناممکن تھا کہ ان کے بانیوں کی حقیقی تعلیم کیا تھی۔ ہر مذہب چند جاہلانہ عقائد۔ ظالمانہ رسوم اور وحشیانہ توہمات کا مجموعہ بن گیا تھا۔ اور اس کی روح فنا ہو چکی تھی۔ اسی سبب سے یہود و نصاریٰ اہل عرب کی اصلاح کی ہر کوشش میں ناکام رہے۔ کیونکہ جو خود گمراہ ہو وہ کسی کو کیا راہ دکھا سکتا ہے۔

دُنیا میں روحانی قحط پڑا ہُوا تھا۔ چھ صدیوں سے وہ روحانی بارش سے محروم تھی۔ گناہوں کی بادسموم نے رشد و ہدایت اور انسانیت کے سارے چشمے خشک کر دیئے تھے اور فضا کو زہر آلود بنا دیا تھا۔ ہر طرف کفر و معصیت کی خاک اُڑ رہی تھی۔ ہر فرد پیاس سے جاں بلب تھا اور اس کا پیمانۂ صبر لبریز ہو چکا تھا۔ اور وہ پانی پانی پکار رہا تھا۔ کائنات کا ہر ذرہ اس خشک سالی سے پریشان تھا۔ اور زبان حال سے بارگاہ الٰہی میں دست بدعا تھا کہ اے مردہ زمین کو زندہ کرنے والے اپنا وعدہ پورا کر اور باران رحمت نازل کر جس کی خبر جملہ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی محدود امتوں کو دیتے آئے ہیں۔ کہ تمام دُنیا کو نجات دینے والا رحمۃ للعالمین مکہ میں پیدا ہوگا۔ اور اپنی تعلیم سے گمراہ مخلوق کو راہ راست پر لائے گا"۔

ولادت

خالق کائنات مجیب الدعوات نے "اجیب دعوۃ الداع اذا دعان" کے بموجب یہ فریاد سُنی۔ ابر رحمت افق کے پردوں پر چھا گیا اور بروز دوشنبہ ۹۔ ربیع الاوّل مطابق ۲۰۔ اپریل ۵۷۱ء کو رحمۃ للعالمین کی شکل میں روئے زمین پر برسا۔ مردہ کائنات کو حیات ابدی کی بشارت

دی گئی۔ گلزار میں صدیوں کی خزاں کے بعد پھر بہار کے آثار نمودار ہوئے۔ اندھیرا گھٹنے اُجالا بڑھنے لگا۔ دُنیا کی نحوست برکت سے بدل گئی اور یہ ظلمت کدہ اپنے رب کے نور سے معمور ہوگیا۔ رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین خاتم النبیین ـ رسول امین صلی اللہ علیہ وسلم اس اندھیرے خاکدان میں رونق افروز ہوئے۔؎

بعد نامیدی بسے امید ہاست
در پس ظلمت بسے خورشید ہاست

زمین و آسمان نے زبان حال سے آپؐ کا خیر مقدم کیا۔ مرحبا مرحبا کی صداؤں سے کوہ و دشت گونجنے لگے۔ دریاؤں اور سمندروں میں تلاطم برپا ہوگیا۔ درخت فرط مسرت سے جھومنے لگے۔ پرندوں نے نغمۂ وحدت سُنایا۔ جن و انس نے معرفت الٰہی کا راگ گایا۔ سیاروں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ ہوا میں مبارک مبارک کا غلغلہ اُٹھا۔ کعبہ اور فاران نے سلامی دی اور کائنات کا ذرّہ ذرّہ اس نور کے ظہور سے مسرور ہُوا۔ جس کی بشارت از آدمؑ تا ایں دم دی جارہی تھی؎

یکے غنچہ از باغ دولت دمید
کز انساں گلے چشم گیتی ندید

خلیل حق کی جو تھی اشارت
اور ابنِ مریم کی جو بشارت
ظہورِ احمد سے تھی عبارت
سمجھ گئے صاحب بصارت
کہ اب گرے گی کفر کی عمارت
گھٹے گی فارس کی اب حرارت
مٹے گی روما کی اب شرارت
لٹے گی اب مصر کی امارت
خزانہ ہرقل کا ہوگا غارت
بڑھے گا تقویٰ بھی اور طہارت

صلوٰۃ اس پر سلام اس پر
اور اس کی سب آل باصفا پر

وہ علم و حکمت سکھانے والا
پیام حق کا وہ لانے والا
کلام حق کا سنانے والا
عذاب حق سے ڈرانے والا
وہ رسم بد کا چھڑانے والا
وہ جہل و بدعت مٹانے والا
وہ بت پرستی اُٹھانے والا
وہ سیدھا رستہ بتانے والا
خدا پرستی سکھانے والا
وہ عاصیوں کو بچانے والا

صلوٰۃ اس پر سلام اس پر
اور اس کی سب آل باصفا پر
اور اس کے اصحاب باوفا پر
اور اس کے احباب اتقیا پر

(اسمٰعیل میرٹھیؒ)

دُنیا یتیم تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے روحانی مربی و معلم بن کر تشریف لائے لیکن اس شان کے ساتھ کہ جسمانی حیثیت سے آپؐ یتیم تھے۔ آپؐ کے والد حضرت عبداللہ آپؐ کی ولادت باسعادت سے قبل وفات پاچکے تھے۔ اللہ تعالےٰ خود آپ کا روحانی معلم و مربی بنا۔

آپؐ کا بچپن قبیلہ بنی سعد میں گزرا جہاں حلیمہ سعدیہ نے آپؐ کو پالا۔ آپؐ چھ برس کے ہوئے تو آپؐ کی والدہ حضرت آمنہ کا انتقال ہوگیا اور آپؐ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے آپؐ کی پرورش اپنے ذمہ لی۔ جب آپؐ کا سن شریف دس برس کا ہُوا تو عبدالمطلب بھی دُنیا سے رخصت ہُوئے اور آپؐ کو اپنے بیٹے یعنی آپؐ کے چچا حضرت ابو طالب کے سپرد کرگئے۔

مثل مشہور ہے کہ خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ آدمی اپنے ماحول کی پیداوار ہوتا ہے۔ نمک کی کان میں پڑکر ہر چیز نمک ہو جاتی ہے۔ "تخم تاثیر صحبت کا اثر" ایک سچا مقولہ ہے؎

صحبتِ صالح ترا صالح کند
صحبتِ طالح ترا طالح کند

لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مستثنےٰ تھے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ آپؐ کا نگراں اور اُستاد تھا۔ ادبنی ربی فاحسن تادیبی ایک ایسے گندے ماحول میں جس کا ذکر میں کرچکا ہوں جہاں انسان وحشیوں سے بدتر زندگی بسر کرتا تھا جہاں سارے عالم کی جہالت اور ضلالت جمع ہوگئی تھی۔ جہاں تہذیب و شرافت کا نام تک نہ تھا جہاں دُنیائے اخلاق کے آفاق کو فسق و فجور کی گھنگھور گھٹانے گھیر رکھا تھا آپؐ کی پاک زندگی اور بلند کردار ایک معجزہ تھا۔ آپؐ نے کسی بُت کو سجدہ نہیں کیا۔ کوئی مشرکانہ اور ظالمانہ رسم ادا نہیں کی۔ شراب کو ہاتھ نہیں لگایا۔ اور ان تمام بُرائیوں سے بچے رہے۔ جن میں آپ کی قوم مبتلا تھی۔ آپؐ کی نیک سیرت اور صداقت سے متاثر ہوکر تمام ملک نے آپؐ کو "امین" کا خطاب دیا۔ آپؐ کی نیکی اور سچائی کی دھوم مچ گئی۔ لوگ آپؐ پر اعتماد کرتے تھے اور آپؐ کے فیصلوں کے سامنے سر جھکاتے تھے۔

پہلا نکاح

آپؐ کی امانت۔ دیانت۔ عفت اور صداقت کی شہرت سُن کر مکّہ کی ایک تاجرہ حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کو اپنے کاروبار کا منتظم مقرر کیا۔ آپؐ نے نہایت خوش اسلوبی سے یہ کام انجام دیا۔ خدیجہ کے غلام میسرہ نے جو اس کام میں آپؐ کے ساتھ رہتا تھا آپؐ کی غیر معمولی ایمانداری اور حسن معاملہ کا ذکر اپنی مالکہ سے کیا۔ حضرت خدیجہؓ نے متاثر ہوکر آپؐ کو نکاح کا پیغام دیا جسے آپؐ نے اپنے چچا کے مشورہ سے منظور کرلیا۔ ربیع الاوّل میں یہ مبارک نکاح ہُوا۔ اس وقت آپؐ کی عمر شریف پچیس برس کی تھی اور حضرت خدیجہؓ کی چالیس برس کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسا پودا تھے جسے اللہ تعالےٰ نے اپنے ہاتھ سے لگایا تھا۔ اور وہی اس کی آبیاری کر رہا تھا۔ چالیس برس کی تربیت کے بعد یہ ایک تناور اور جاوید بہار درخت بن گیا جس کے سایہ میں تمام بنی آدم قیامت تک ہر بدی کی جھلستی ہوئی دھوپ سے پناہ لے سکتے ہیں۔ اور قربِ الٰہی کے پھل کھا سکتے ہیں۔ کیونکہ اس کی شان یہ ہے۔ " اصلہا ثابت وفرعہا فی السماء "۔ اس کی جڑ مضبوطی کے ساتھ قائم ہے۔ اور اس کی شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ کسی کے اُکھاڑے اُکھڑ نہیں سکتا۔ چنانچہ اب اس میں پھل لگنے کا وقت آگیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین تھے تمام نوع انسان کے ہمدرد اور خیر خواہ تھے اور اس کی ہر تکلیف آپؐ کو شاق گزرتی تھی۔ اس لئے آپؐ کسی ایسے ذریعہ کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ جس سے آپ اپنی قوم اور پھر تمام انسانوں کو کفر و عصیاں کے گہرے غاروں سے نکال کر ایمان و ہدایت کی انتہائی بلندی پر پہنچادیں اور عالمگیر تاریکی کو روشنی سے بدلکر مخلوق کو اپنے خالق سے ملادیں۔ رب العالمین نے جو اپنے بندوں پر مہربان ہے آپؐ کو اس عظیم الشان کام کے لئے چُن لیا اور اپنا پیغام پہنچانے کا وسیلہ بنایا۔ چنانچہ جب آپؐ کی عمر چالیس برس کی ہوئی تو غار حرا میں آپؐ کو نبوت کا منصب جلیل عطا ہُوا۔ اور آپؐ وہاں سے ایک نسخۂ کیمیا اور شمع جہاں افروز لائے۔ جس کے لئے کائنات روز ازل سے چشم براہ تھی۔ فاران کی قسمت جاگ گئی۔ اس نور سے اس کی آنکھیں کھُل گئیں۔ اس نے سجدۂ شکر کیا۔ اور زبان حال سے کہا۔؎ "تعریف اس پروردگار کے لئے جو موسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئی کے بموجب مجھ پر جلوہ گر ہُوا۔" ـ ٹ

وُہ شمع اُجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں
اک روز جھلکنے والی تھی کل دُنیا کے درباروں میں

اشاعتِ اسلام

اس کے ڈھائی برس بعد ربیع الاول کے مہینہ میں آپؐ کو علانیہ تبلیغ کا حکم ہُوا۔ جن کی فطرتیں نیک تھیں وہ آپؐ پر ایمان لائے اور جو بدنفس، متعصب اور ضدی تھے۔ وہ قتل الانسان ما اکفرہ " کے بموجب آپؐ کے اور آپؐ کے صحابہ کے دشمن بن گئے اور آپؐ کے ساتھ وہی سلوک کرنے لگے جو ہر قوم نے اپنے نبی کے ساتھ کیا تھا۔ جو لوگ آپ کی راہ میں آنکھیں بچھاتے تھے اب کانٹے بچھانے لگے۔ جو آپؐ پر حمد وسلام کے پھول برسایا کرتے تھے پتھر برسانے لگے۔ جو آپ کو امین اور صادق کہا کرتے تھے جادوگر اور دیوانہ کہنے لگے۔ جو آپؐ کو سر آنکھوں پر بٹھاتے تھے آپؐ کو خاک وخوں میں تڑپانے کی کوشش کرنے لگے۔ یاحسرة علی العباد مایاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون

ترجمہ - بندوں کی حالت پر افسوس ہے کہ ان کے پاس جو بھی رسول آتا ہے وہ اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔

کوئی ظلم ایسا نہ تھا جو آپؐ پر اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ پر نہ کیا گیا ہو تاکہ آپؐ ڈر کر اپنا پیغام پہنچانا بند کردیں اور بُتوں کی خدائی میں کوئی فرق نہ آئے۔ لیکن تقدیر الٰہی کفر کی ان حرکتوں پر ہنس رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ خدا کا روشن کیا ہُوا چراغ پھونکوں سے نہیں بجھایا جا سکتا۔ یہ روشنی تمام عالم میں پھیل کر رہے گی۔ اور باطل کی تاریکی اس کا مقابلہ نہ کرسکے گی۔ جاءَ الحق وَزَھَقَ الباطل ان الباطل کان زھوقا۔

وحی الٰہی میں آپؐ کو عالمگیر غلبہ اور کامیابی کی بشارتیں سُنا کر تسلّی دی جا رہی تھی۔ چنانچہ آپؐ ہر شیطانی قوت کے مقابلہ میں پہاڑ سے زیادہ مضبوطی کے ساتھ جمے رہے۔ اور اپنی منزل مقصود کی طرف عزم واستقلال کے ساتھ پیشقدمی کرتے رہے۔ اور آپ نے فرمادیا۔ کہ اگر میرے ہاتھوں پر چاند اور سورج بھی رکھ دیئے جائیں تو مَیں اس مقصد سے دست بردار نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اللہ کا حکم ہے فاستقم کما امرت (جیسا آپ کو حکم دیا گیا ہے ثابت قدم رہیئے)

مثل مشہور ہے کہ مہ نور می فشاند و سگ بانگ می زند۔ چاند روشنی پھیلاتا ہے اور کتّا بھونکتا ہے۔ جیسے جیسے آپؐ اسلام کی روشنی پھیلاتے تھے کفار کی مخالفت بڑھتی جاتی تھی۔ آخر جب وہ کسی تدبیر سے آپؐ کی تحریک کا انسداد نہ کرسکے تو انہوں نے طے کیا کہ ہر قبیلہ سے ایک شخص کو چن کر تلوار دی جائے اور یہ سب لوگ مل کر ایک ساتھ پیغمبر اسلامؐ کا کام تمام کردیں۔ اس طرح کوئی ایک شخص آپؐ کے قتل کا ذمہ دار نہ ہوگا۔ اور آپ کا خون تقسیم ہوجائے گا۔ اور آپؐ کے خاندان کو تمام قبیلوں سے قصاص لینے کی ہمت نہ ہوگی۔ لیکن اگر ایک آدمی نے آپ کا خاتمہ کیا تو بنی ہاشم اُس سے خون کا بدلہ لے سکیں گے۔

اس تجویز کو سب نے پسند کیا اور اس پر عمل کرنے کا فیصلہ ہوگیا۔

من درچہ خیالیم و فلک درچہ خیال

آدمی کچھ سوچتا ہے لیکن خدا کو کچھ اور منظور ہوتا ہے اور ہوتا وہی ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔ کفار مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے منصوبے بنا رہے تھے اور غیب سے اعلان ہو رہا تھا۔ یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ۔ یہ لوگ اللہ کی روشنی کو پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں لیکن اللہ اپنی روشنی کو کمال تک پہنچائیگا۔ ومکروا ومکراللہ واللہ خیر الماکرین۔ لوگ بھی تدبیر کرتے ہیں اور اللہ بھی تدبیر کرتا ہے۔ لیکن اللہ بہترین تدبیر کرنیوالا ہے۔ اس کی تدبیر کے سامنے کسی کی تدبیر کارگر نہیں ہوسکتی۔ یکیدون کیدا واکید کیدا۔ لوگ بھی چال چلتے ہیں اور مَیں بھی چال چلتا ہوں لیکن میری چال کے سامنے ان کی چال نہیں چل سکتی۔

کفار نے رات کو آپؐ کے مکان کا محاصرہ کر لیا تاکہ جب آپؐ صبح کو باہر تشریف لائیں تو ایک دم آپؐ پر حملہ کردیں آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ کفار میرے قتل کے ارادہ سے مکان کو گھیرے ہوئے ہیں۔ تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ۔ انشاءاللہ تم کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ مَیں یہاں سے نکل کر ابوبکرؓ کے ساتھ یثرب کو چلا جاؤں گا۔ میرے بعد تم بھی وہاں آجانا۔ یہ لوگوں کی امانتیں تمہارے حوالہ کرتا ہوں۔ جس کی جو امانت ہو اسے دیدینا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس امانت داری سے مسلمانوں کو سبق لینا چاہیئے ایسے خطرہ کی حالت میں بھی آپؐ کو حق العباد کی ادائیگی کا کتنا فکر تھا۔ ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا۔ بیشک اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ حقداروں کے حقوق ادا کرو۔ افسوس ہے کہ مسلمان اس بارے میں بے پروا ہیں۔ ان کی بدمعاملگی اور خیانت ضرب المثل ہوگئی ہے۔ وہ حق العباد کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ الا ماشاءاللہ۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ اپنا حق تو معاف کردیتا ہے لیکن حق العباد معاف نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ انصاف کے خلاف ہے۔ ایک بندہ دوسرے بندہ پر جو ظلم کرتا ہے اسے وہ مظلوم بندہ ہی معاف کرسکتا ہے۔ اس لئے حق العباد کے معاملہ میں بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ جو خلق کے ساتھ اچھا نہیں ہے وہ حق کے ساتھ بھی اچھا نہیں ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو امانتدار نہیں اس میں ایمان نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی کوشش تو یہ رہتی تھی کہ چاہے ہمارا حق دوسروں کے ذمہ رہ جائے۔ لیکن دوسروں کا کوئی حق ہمارے ذمہ نہ رہے آپؐ نے اپنی وفات سے قبل اعلان کردیا کہ اگر کسی کا کوئی حق میرے ذمہ ہو تو وہ مجھ سے مطالبہ کرے اور اگر کسی کو مجھ سے تکلیف پہنچی ہو تو وہ مجھ سے بدلہ لے۔

آدھی رات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکان سے باہر آئے تو دیکھا کہ کفار اُونگھ رہے ہیں۔ آپ یٰسین شریف پڑھتے ہوئے ان کے درمیان سے نکل گئے۔ اور کسی کو احساس نہیں ہُوا۔ آپؐ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ مکہ سے روانہ ہوکر غارِ ثور میں پناہ لی۔

جب کفار کو اپنی ناکامی کا علم ہُوا تو انہوں نے اعلان کیا کہ جو کوئی پیغمبر اسلام کو گرفتار کرکے لائے گا اسے سو اُونٹ انعام میں دیئے جائیں گے۔ چنانچہ کئی آدمی آپ کی تلاش میں دوڑے اور ایک دفعہ غار کے منہ تک آگئے۔ حضرت ابوبکرؓ کو قدرتی طور پر اندیشہ ہُوا اور اُنہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ دشمن سر پر آگئے ہیں۔ اگر کسی نے نیچے نظر کی تو ہمیں دیکھ لے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا ابا بکرؓ ما بال اثنین اللہ ثالثھما۔ اے ابوبکر ایسے دو شخصوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہو۔ یعنی ہم دو نہیں ہیں بلکہ تین ہیں۔ کیونکہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ لا تحزن ان اللہ معنا۔ غم نہ کرو۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اس سے حضرت ابوبکرؓ کو اطمینان ہوگیا۔ کفار کو غار کے اندر جانے کی توفیق ہی نہیں ہوئی۔ اور وہ نامراد واپس چلے گئے۔

(باقی صفحہ ۲۳ پر)

سرور کائنات کی زندہ دلی اور روشن دماغی

از فضل الرحمٰن قاصد ٹبل ہزارہ

زندہ دلی

فخر دو جہاںؐ کی ترسٹھ سالہ مدت العمر پر نظر ڈالنے سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ آپ کی ترسٹھ سالہ کی زندگی جس نشیب و فراز سے گزری وہ درحقیقت آنحضرت کی زندہ جاوید زندہ دلی کا ایک جیتا جاگتا نمونہ ہے۔ یتیمی کی حالت میں ولادت پانا۔ پھر اسی کم سنی کی عمر میں والدہ ماجدہ اور دادا محترم کا سایہ سر سے اُٹھ جانا اور اس کے بعد اس بن ماں اور بن باپ معصوم کا ایک ایسے معاشرہ میں پلنا پھولنا جس کے تصور سے آج بھی دل ہلتے اور دماغ پھٹتے ہیں۔ واقعی ایک عام قسم کے انسان کے لئے حوصلہ شکن اور مایوس کُن حالات ہیں۔ لیکن آسمان نبوت کا وُہ آخری آفتاب عالمتاب جس کی قسمت میں غروب نہیں۔ جب افق انسانیت سے طلوع ہوا تو ان تمام سطحی محرومیوں کے باوجود بڑھ چڑھ کر حوصلہ مند اور پُر امید ثابت ہوا۔ جب ہوش سنبھالنے کا وقت آیا تو آپ نے وسائل پرست دنیا پر اپنے آہنی عزائم سے منوایا۔ کہ آپ بوسیدہ و فرسودہ سہاروں اور آسروں سے بے نیاز ہو کر ہی مبعوث ہوئے ہیں۔ ہاں لے دے کے اقربا و اعزا کا اک سہارا باقی تھا۔ جس پر پہلے پہل تو ظاہر بینوں کی نگاہ ٹکتی تھی۔ لیکن دیکھنے والوں نے دیکھا اور اب بھی تواریخ کے محفوظ خانوں میں کوئی دیکھے تو دیکھ سکتا ہے کہ جب پہلی مرتبہ آپ نے اپنی بعثت کا مقصد ظاہر فرمایا تو رشتہ کے جو لوگ زیادہ قریب تھے۔ وہی آپ سے دور بھاگنے لگے۔ خاندانی تعلقات میں جو لوگ زیادہ موافقت کے حقدار تھے۔ انہوں نے ہی آپ کی مخالفت کا بیڑا اٹھایا۔ ابو لہب آپ ہی کے قبیلہ کے فرد تھے۔ جن کی زبان بے لگام سے پہلی مرتبہ آپ کی ذات پر بد دُعا نکلی۔ یہ اپنا ابولہب یا ابوجہل تھا۔ جس کے اشارے سے سیارہ دل عقبہ نے بحالت سجدہ آپ پر ایک دفعہ نجاست اور گندگی بھری اوجھڑی پھینک دی اور ایک دفعہ آپ کی گردن میں پٹکے کا پھندہ ڈال کر پیچا اور مروڑا۔

اس جان لیوا بد سلوکی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر کچھ فرمایا اور وہ بھی شکایت نہیں۔ بلکہ نصیحت کے طور پر فرمایا۔ تو اسی قدر کہ "فرزندان عبد مناف ہمسائگی کا حق خوب ادا کرتے ہو"...... یہ وہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے جو ظہور نبوّت سے پہلے احمدؐ اور محمدؐ کے نام سے زیادہ "صادق اور امینؐ" کے نام سے یاد کئے جاتے تھے۔ یہ عبد اللہ کے وہی بے یار و مددگار فرزند تھے۔ جن کی دیانت اور صداقت سے متاثر ہو کر عرب کی رئیسہ خاتون خدیجہؓ نے اپنی اُس دولت کو آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش کر دیا جو عرب کی باقی ساری دولت سے بھاری اور زیادہ تھی۔ یہ ہی نہیں بلکہ اُس قوم کے صادق اور کام کے امین کے حضور اپنی جان تک پیش کر دی۔ جس کے صلہ میں وہ بجائے خدیجہؓ کے ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ کے مقدس نام سے پکاری گئی۔ لوگ کہتے ہیں کہ آپ کے چچا ابو طالب کے کندھوں پر ایک زمانہ آپ کی کفالت کا بوجھ رہا۔ تو مکہ کے خارزاروں میں پھر آپ بکریاں کیوں چرا رہے تھے؟ کیا کوئی یہ ثابت کر سکتا ہے کہ حضورؐ نے ایک نکھٹو اور بیکار کی حیثیت سے اپنی زندگی کا کوئی لمحہ بھی گذارا ہے۔ اگر نہیں تو مان لینا چاہیئے۔ کہ گو ابوطالب دُنیا والوں کی نظر میں حضورؐ کے کفیل تھے۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ پرورش بے غرض نہیں تھی۔ غرض یہی تھی کہ بھتیجا ہی بکریاں چرائے کہ دودھ زیادہ ہاتھ آئے۔ مختصر یہ کہ اپنوں اور بیگانوں کی تمام معاندانہ اور مخالفانہ سازشیں شروع ہوئیں۔ یہ مصائب کے پہاڑ اس پر ٹوٹے۔ یہ آلام کے طوفان اس کے لیئے برپا ہوئے جو عرب والوں کے لئے کوئی اجنبی یا نا آشنا نہ تھا۔ سب جانتے تھے کہ یہ وُہی امن کا داعی ہے۔ جس کی کوششوں سے عرب کی زمین بے آئین پر پہلی مرتبہ "انجمن قیام امن" کو قائم کیا گیا۔ سب کو معلوم تھا کہ یہ وہی محسن انسانیت ہے۔ جس نے دیوار کعبہ میں حجرِ اسود نصب کرنے کا قضیہ اس فراست اور دانائی سے حل فرمایا کہ خونریزی اور قتل مقاتلہ کے مُنہ میں آئی ہوئی تمام مخلوق بال بال بچ گئی۔ اذیتیں ہر پہلو سے پہنچائی گئیں۔ تکلیفیں ہر زاویہ سے برسائی گئیں۔ لیکن. مشرکین مکّہ نے جب دیکھا کہ یہ آہنی عزم انسان دھمکانے سے سمجھتا نہ دبانے سے دبتا ہے۔ تو بجائے ڈرانے کے اُکسانے اور للچانے کا حربہ استعمال کیا۔ دولت۔ سرداری اور رشتہ کے بُت حاضر کئے کہ شائد ان کی دلفریبی میں وہ پھنس کر اپنے مشن سے دستکش ہو جائے۔ مخالفین کی آنکھوں پر عناد اور عداوت کی ایسی مضبوط پٹی بندھی ہوئی تھی کہ وہ اتنا بھی نہ دیکھ سکے کہ جو شخص پورے عرب کی نصف سے بھی زیادہ دولت کا مالک ہو۔ اور پھر بھی بجائے بنگلوں اور حویلیوں میں صوفوں کوچوں اور آرام دِہ گدیلوں پر بیٹھنے اور سونے کے غاروں اور گھاٹیوں میں بوریا نشینی کو پسند کرتا ہو۔ بھلا وہ ان ہتھکنڈوں سے کب بہک سکتا ہے۔

جب یہ گیدڑ بھبکیاں اور گُربہ مکاریاں کارگر نہ ہوئیں تو "حقہ پانی بند" بائیکاٹ اور مقاطعہ تک بھی نوبت جا پہنچی۔ کل کلاں تک جس نے ملک عرب کو کشت و خون سے بچانے اور مظلومین مُلک کو جابرین و ظالمین کی سفاکیوں سے محفوظ رکھنے کے سامان کئے تھے۔ آج اُسی مردِ خدا کے خلاف ایذا رساں کمیٹیاں بنائی گئیں۔ دارالندوہ میں جلسے ہونے لگے۔ مشورے ہونے لگے۔ یہاں تک کہ اس بے گناہ مجرم کا سر مُبارک تن اطہر سے جُدا کر کے لانے والے کے لیئے ہزاروں کے اعلانیہ انعامات مقرر ہوئے۔ لیکن جس سر کی سربلندی اور سرفرازی رب العزّت کو مقصود تھی۔ اس کا کوئی ایک بال "تک" بھی بیکا نہ کر سکا۔

مشرکین نے اپنی طرف سے آنحضرتؐ پر زندگی کا قافیہ تنگ کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔ غالباً اس واسطے کہ...... حضور وطن کے دیوتا کے سامنے سر خم کر دیں۔ وہ اپنے خیال میں تو ضرور یہ سمجھتے ہونگے کہ حضور کے لیئے نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ اگر وہ جانتے کہ ان کی گرمائی ہوئی عناد کی اس بھٹی میں پڑا رہنا ہی حضور کی

آئندہ کامرانی اور کامیابی کا پیش خیمہ ہے۔ تو وہ اس قدر سختیاں اور درشتیاں آپؐ پر ہرگز نہ ڈھاتے۔ کوئی ادنےٰ یا اعلےٰ دھات اگر بھٹی میں پگھلائے بغیر کسی سانچے میں ڈھل نہیں سکتی۔ تو اسی اصُول کے تحت اگر رب علیم اپنے محبُوب ترین بندے کو اپنے مخصوص و مطلوب سانچے میں ڈھالنے کی غرض سے مشکلات و مہمات میں مبتلا کر دے تو مناسب کیا بلکہ حق ہے۔ ہاں تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ گو حضورؐ کو وطن سے لگاؤ تھا۔ لیکن رضائے الہٰی کی جو لگن آپؐ کے دل کو لگی ہوئی تھی اس کے مقابلہ میں سب کچھ ہیچ تھا۔ حضورؐ نے راہ خداوندی میں حائل ہونے والی اس ملک پرستی کو ایسی لات ماری کہ اس کی صدائے بازگشت آئندہ چل کر "ہر ملک ملک ماست" کا نعرہ بنی۔

روشن دماغی

معتقد پتھر پہ ریس چڑھ چکی تھی اب اس کے رنگ لانے کا وقت تھا۔ عقیق سو بار کٹ چکا تھا۔ اب اس سے نگینہ بننے کا وقت آ گیا تھا۔ دھات پگھل چکی تھی۔ اب سانچے میں ڈھلنے کا وقت ہو چکا تھا۔

حضورؐ سراپا نور رنج و الم کے خوگر بن چکے تھے۔ اب دشوار گذار پہاڑ ان کی نظر میں رائی سے حقیر اور ہموار سڑک سے بھی آسان اور قابلِ عبور تھے۔ دل اور اس کی طاقت برداشت اپنا کام کر چکے تھے۔ اب دماغ کی باری تھی۔ مکہ میں اگر زندہ دلی کے نادر نمونے دکھلائے گئے تو دس سالہ مدنی زندگی میں روشن دماغی کے کرشمے بھی قابلِ تحسین و ستائش ہیں۔

ہجرت اور ترک وطن کو بعض موروثی دشمنانِ اسلام نے آنحضرتؐ اور آپ کے رفقائے کار کی بُزدلی اور کمزوری پہ محمُول کیا ہے۔ لیکن حقیقت اس کے بالکل خلاف ہے۔ ہجرت جوکہ اکثر و بیشتر انبیائے علیہم السلام کی سنّت ہے۔ منجملہ دوسری پیغمبرانہ سنتوں کے اس سُنّت کو زندہ کرنا بھی آنحضرتؐ کا کام تھا۔ حضورؐ نے ہجرت فرما کر دنیا پہ یہ واضح کر دیا کہ اللہ کی راہ پہ چلنے والے اگر اپنا آرام۔ اپنے اقارب۔ اپنے جاہ و جاہ کو اگر ٹھکرا سکتے ہیں تو دولت اور ملک بھی اگر روڑہ بن کر حائل ہو جائیں تو ان کو ٹھکرا دینا بھی مشکل نہیں۔ ہجرت کی ضرورت کو تمثیلی پیرایہ میں یوں بھی ذہن نشین کیا جا سکتا ہے کہ سورج جب مشرق سے طلوع ہوتا ہے۔ تو پہاڑی علاقوں میں اس کی پہلی شعاعیں بجائے مشرق کے مغرب میں زیادہ نمایاں نظر آتیں اور اثر انداز ہوتی ہیں۔ چراغ جب روشن ہوتا ہے تو اس کا نچلا حصہ ہمیشہ تاریکی میں رہتا ہے۔ سورج اگر مشرق سے نمودار ہوکر اسی مقام پر رُک جائے تو اُسی مشرق کے اکثر علاقے جو پہاڑیوں اور گھاٹیوں کے متصل اس طرف ہوں۔ وہ ہمیشہ دھوپ اور گرمی سے محروم رہ جائیں گے۔ چراغ اور دیا اگر اپنے مقام قرار سے سرکایا یا ہلایا نہ جائے تو اس کی قرارگاہ کبھی بھی چراغ کی روشنی سے بہرہ مند نہ ہو سکے گی۔ نبوت کا وہ چراغ جو مکہ معظمہ میں روشن ہوا تھا۔ اس کی ضو فشانی سے بمقابلہ مکہ کے اہل مدینہ کے دل زیادہ منوّر ہو چکے تھے۔ جب تک آپ مدینہ تشریف نہ لے جاتے۔ مکہ والے نور نبوت سے ہرگز مستفیض نہ ہو سکتے تھے۔ آپ کا گھر بدخواہوں کے محاصرہ میں تھا۔ لیکن جس طرح میکل نے پلنگ پہ کوئی فرضی پُتلا لٹا کر خدا کے برگزیدہ داؤد کو کھڑکی سے باہر نکال دیا تھا۔ اور جب ساؤل کے ہرکارے اُسے گرفتار کرنے آئے تو یہ بولی کہ وہ بیمار ہے (کتاب السموئیل ۱۹ باب ۱۲-۱۳-۱۴ بحوالہ رحمۃ اللعالمین ص۹۲ حاشیہ

عین اسی طرح یہ روشن دماغ نبیؐ اپنے بستر پہ حضرت علیؓ کو لٹا کر دل کے اندھے اور دماغ کے کورے محاصرین کی آنکھوں میں خاک ڈالتے ہوئے راتوں رات گھر سے نکل پڑے۔ راستبازی کا اعلےٰ نمونہ دیکھئے کہ خود تو مکہ چھوڑتے ہیں۔ لیکن مکہ والوں کی امانتیں حضرت علیؓ کے سپرد فرما دیتے ہیں کہ حق حقدار کو پہنچ جائے۔ کردار کی پاکیزگی اور اخلاق کی بُلندی اگر دشمنوں اور بدخواہوں کو مغلوب و زیردست کر سکتی ہے تو اس کا انصاف فرمایئے کہ حضورؐ کے اس سلوک سے کتنوں کے دل سے بغض اور عناد کا میل دھل گیا ہوگا۔ پاک ذہن اور صاف فہم کی تو یہ ابتدا ہے۔ انتہا دیکھئے کیا کیا جوہر بکھرتے ہیں۔

آپ اپنی معیّت میں اپنے محبوب صحابی حضرت ابوبکرؓ کو لے کر مکہ سے چار پانچ میل دور ثور نامی ایک غار میں مقیم ہوئے۔ غالباً اس خیال سے کہ تعاقب میں نکلے ہوئے مشرکین کا رُخ پھر جائے۔ تین دن رات کے قیام کے بعد آنحضرتؐ معہ دوسرے اصحاب کے روانۂ منزل ہوئے۔ قدم قدم پر دماغی روشنی کے قمقمے دیکھئے جو انسان اعظم پوری دنیائے انسانیت کی رہبری کے لئے آیا تھا۔ آج اُس راہنماء حق نے مدینہ تک جانے کی رہنمائی کے لئے عبداللہ بن اریقط (جوکہ واقف راہ تھا) کو منتخب فرمایا۔

آپ مدینہ میں جس احترام وشان کے ساتھ داخل ہوئے اس کی تفصیل کے لئے ایک کتاب کی وسعت درکار ہے۔ سردست مختصر لفظوں میں جو کہا جا سکتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس اجنبی ماحول میں آنحضرتؐ کا جن مختلف الخیال لوگوں سے واسطہ ہوا اور آپ نے پھر جس حسن انتظام سے ہر مخالف یا موافق سے نپٹنے کے باطنی جوہر دکھائے۔ وہ آپ کی ذہنی صلاحیّت کا ایک بیّن ثبوت ہے۔

وللاخرۃ خیر لک من الاولیٰ ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ۔ کا خدائی وعدہ پورا ہونے کا وقت آ چکا تھا۔ وہ صدائے حق جس کو دبانے کے لئے مشرکین مکہ باہر سے آنے والوں کو رسولؐ امیؐ کے قریب بھٹکنے نہیں دیتے تھے۔ وہ رسولؐ امین و صادق جسے مکہ والے مجنون اور دیوانہ کہہ کر اس کی بات پر کسی کو کان دھرنے کا موقعہ نہیں دیتے تھے۔ آج مدینہ کی اس اجنبی زمین سے وہ آواز اُٹھ کر اطراف عالم میں پھیل چکی تھی۔ آنے اور ملنے اور مل کر جدا نہ ہونے والوں کا تانتا بندھ گیا تھا۔ مدینہ کی پُر سکون فضا میں مسلمانوں کی عسکری تنظیم ہو چکی تھی بین الاقوامی معاہدے طے ہو چکے۔ اشاعت دین کے منصوبے مکمّل ہو چکے تھے۔ ذہنی انقلاب نے دور دراز آبادیوں کو متاثر کر لیا تھا۔ کفار بار بار مسلمانوں سے ٹکرا چکے تھے اور اس ٹکراؤ سے مشرکین کے فاسد ارادوں اور مکروہ خیالوں کے پہاڑ ہر بار ریزہ ریزہ ہو چکے تھے۔ مکہ کا آخری مورچہ ابھی باقی تھا۔ کفار کے خیال میں مکہ ایک ناقابلِ تسخیر قلعہ تھا۔

لیکن جب وقت آیا تو وہی عبداللہ کا یتیم فرزندؐ جو کبھی اپنے ساتھ صرف اپنے یارِ غار حضرت ابوبکرؓ کو لے کر مکہ سے نکلا تھا۔ دس ہزار کے لشکر جرار کو لے کر مکہ میں داخل ہوا۔ وہی کریم النفس جس نے طائف کے بد معاشوں کو گالیوں اور سنگباریوں کے صلہ میں دُعائے ہدایت سے نوازا تھا۔ آج وہی مظلوم۔ وہی کمزور (بخیال کفار) اگر چاہتا تو اپنے پُرانے دشمنوں کو تہ تیغ کر سکتا تھا۔ لیکن جو رحمت بنا کر بھیجا گیا تھا۔ اس نے تمام انتقامات پامال فرمائے اور تمام مجرموں کو معاف فرما کر عفو اور درگذر کا ناقابلِ مات ریکارڈ قائم کر دیا۔

وہ کعبہ جس میں ۳۶۰ سے زیادہ بُت تھے اس کی از سر نو تطہیر ہوئی اور خدا کی وہ مخلوق جو بیشمار خداؤں کی غلام تھی ایک اور صرف

(باقی صفحہ ۱۹ پر)

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ لِیْ اَسْمَاءً اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِیُ الَّذِیْ یَمْحُوا اللّٰہُ بِیَ الْکُفْرَ وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِیْ یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمِیْ وَاَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

ترجمہ :- روایت ہے جبیرؓ سے کہ کہا سنا میں نے آنحضرتؐ سے فرماتے کہ تحقیق میرے لیے نام ہیں ۔ یعنی بہت سے اور مشہور ایک نام میرا محمدؐ ہے ۔ اور دوسرا احمدؐ (بعضی روایتوں میں محمود بھی آیا ہے اور سب مشتق حمد سے ہیں محمود تعریف کیا گیا ذات و صفات کی دنیا اور آخرت میں اور محمدؐ بہت تعریف کیا گیا بیحد و بیشمار اور احمد سب سے زیادہ تعریف کیا گیا ۔ اگلے پچھلوں میں اور حق تعالےٰ کے پہلے کلام میں یا اپنے مولا کی بہت تعریف کرنے والا ۔ جو کسی کو معلوم نہیں جیسے مقام محمود میں ہوگا ۔ اور کھڑا ہووے اُن کے لیے لوائے حمد) ۔ اور میرا نام ماحی ہے یعنے مٹانے والا ایسا کہ مٹاتا ہے اللہ میری دعوت کے سبب کفر کو (یعنے زیادہ بہ نسبت اور پیغمبروں کی دعوت کے) اور نام میرا حاشر ہے کہ اٹھائے جائینگے ۔ اور جمع کئے جائیں گے لوگ میرے قدم پر (یعنے اول میں قبر سے اٹھوں گا پھر اور لوگ میرے پیچھے) اور نام میرا عاقب ہے اور عاقب وہ ہے کہ نہ ہووے پیچھے اُس کے کوئی نبی

عَنْ اُمِّ خَالِدٍ بِنْتِ خَالِدِ بْنِ سَعِیْدٍ قَالَتْ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِثِیَابٍ فِیْہَا خَمِیْصَۃٌ سَوْدَاءُ صَغِیْرَۃٌ فَقَالَ ائْتُوْنِیْ بِاُمِّ خَالِدٍ فَاُتِیَ بِہَا تُحْمَلُ فَاَخَذَ الْخَمِیْصَۃَ بِیَدِہٖ فَاَلْبَسَہَا قَالَ اَبْلِیْ وَاَخْلِقِیْ ثُمَّ اَبْلِیْ وَاَخْلِقِیْ وَکَانَ فِیْہَا اَخْضَرُ اَوْ اَصْفَرُ فَقَالَ یَا اُمَّ خَالِدٍ ھٰذَا سَنَاہٗ وَھِیَ بِالْحَبْشِیَّۃِ حَسَنَۃٌ قَالَتْ فَذَھَبْتُ اَلْعَبُ بِخَاتَمِ النُّبُوَّۃِ فَزَبَرَنِیْ اَبِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَعْھَا رَوَاہُ البخاری

ترجمہ - اور روایت ام خالد بیٹی خالد بن سعید کی سے کہا اُس نے کہ لائے گئے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے کہ اُن میں ایک کملی تھی کالی چھوٹی سی پس فرمایا آنحضرتؐ نے کہ لاؤ ام خالد کو میرے پاس پس اٹھا لائی گئی ام خالد کہ وہ لڑکی تھی پس لیا آنحضرتؐ نے کملی کو اپنے ہاتھ میں پس پہنایا اُس کو فرمایا آنحضرتؐ نے (یعنی موافق اپنی سنت کے جب کوئی نیا کپڑا پہنتا تھا تو یہ دعا دیتے تھے پرانا کر اس کپڑے کو پھر پرانا کر یعنی بہت جی تو کپڑے بہت پرانے کرے تو) اور تھے اُس کملی میں نشان سبز یا زرد (شک ہوا راوی کو) پس فرمایا آنحضرتؐ نے اے ام خالد یہ کپڑا خوب ہے اور یہ کلمہ سنا لغتہ حبش میں بمعنی حسنہ (یعنی نیک کے ہے) کہا ام خالد نے پس گئی میں کہ کھیلتی تھی مہر نبوت سے (یعنی جیسی عادت چھوٹوں کی ہوتی ہے) پس منع کیا مجھ کو اور ڈانٹا میرے باپ نے پس فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے باپ سے چھوڑ دے اس کو

عَنْ اَنَسٍ کَانَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَزْھَرَ اللَّوْنِ کَانَ عَرَقُہٗ اللُّؤْلُؤُ اِذَا مَشٰی تَکَفَّأَ وَمَا مَسَسْتُ دِیْبَاجَۃً وَلَا حَرِیْرًا اَلْیَنَ مِنْ کَفِّ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَا شَمَمْتُ مِسْکًا وَلَا عَنْبَرَۃً اَطْیَبَ مِنْ رَائِحَۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ متفق علیہ ۔

ترجمہ ۔ اور روایت ہے انس سے کہا کہ تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم روشن و چمکتے رنگ کے گویا کہ قطرہ اُن کے پسینے کے موتی تھے (یعنے ہیئت میں اور صفائی اور چمک میں) جب راہ چلتے تھے آنحضرتؐ تو آگے کی جانب جھکتے ہوئے چلتے (جیسے کوئی زمین بلند سے نشیب میں آتا ہے یا یہ معنے ہیں کہ اٹھاتے تھے پاؤں بقوت و جلادت جیسے کہ عادت قویوں اور دلیروں کی ہوتی ہے نہ یہ کہ پاؤں زمین پر گھسٹتے چلیں) اور نہیں چھوا میں نے کسی دیبا کو (ایک قسم ہے کپڑے ریشمی سے) اور نہ مطلق ریشمی کو کہ نرم زیادہ ہو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلیوں سے اور نہ سونگھا میں نے کوئی مشک اور نہ عنبر زیادہ خوشبودار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک کی خوشبو سے نقل کی

وَعَنْ اُمِّ سُلَیْمٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَاْتِیْھَا فَیَقِیْلُ عِنْدَھَا فَتَبْسُطُ نِطَعًا فَیَقِیْلُ عَلَیْہِ وَکَانَ کَثِیْرَ الْعَرَقِ فَکَانَتْ تَجْمَعُ عَرَقَہٗ فَتَجْعَلُہٗ فِی الطِّیْبِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا اُمَّ سُلَیْمٍ مَا ھٰذَا قَالَتْ عَرَقُکَ نَجْعَلُہٗ فِیْ طِیْبِنَا وَھُوَ مِنْ اَطْیَبِ الطِّیْبِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ نَرْجُوْا بَرَکَتَہٗ لِصِبْیَانِنَا قَالَ اَصَبْتِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

ترجمہ :- اور روایت ہے ام سلیمؓ سے یہ کہ تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے کہ آتے تھے ام سلیم کے یہاں اور اُن کے پاس قیلولہ کرتے (یعنے دوپہر کو استراحت کرتے) پس بچھاتیں ام سلیمؓ ایک بچھونا چمڑے کا پس اُس پر آنحضرتؐ سوتے (کہتے ہیں ام سلیمؓ آنحضرتؐ کی محرم تھیں سے تھیں دودھ کے سبب یا نسب کے سبب ورنہ نامحرم کے پاس کاہے کو آنحضرتؐ سوتے اور یہ ماں ہیں انسؓ کی کہ جو خادم حضرت کے تھے اور عاقلہ اور فاضلہ تھیں عورتوں میں) اور آنحضرتؐ کو پسینا بہت آتا تھا یعنے اس لئے کہ آنحضرتؐ تھے کثیر الحیا پس اکٹھا کرتیں ام سلیمؓ پسینا آپ کا اور ملا دیتیں اُس کو اپنی عطر اور خوشبویوں میں پس جب دیکھا آنحضرتؐ نے کہ یہ کیا

(باقی صفحہ ۲۷ پر)

دینی لٹریچر اور ردّی

مکرمی - السلام علیکم
افسوس و اذیتِ دلی، کی انتہا نہ رہی جب مَیں نے خدّام الدین کو بازار کرشن نگر میں ایک دکاندار کو ردّی کی جگہ استعمال کرتے ہُوئے دیکھا۔ دُکاندار کی توجّہ اس طرف مبذول کرانے سے معلوم ہُوا کہ کسی صاحب نے ردی میں فروخت کیا ہے۔ یہ ۸۔جون ۱۹۵۶ء کا پرچہ تھا۔ جس پر میری نظر پڑی اور مجلس ذکر کے صفحے سے پہلے چار پانچ اوراق ردّی میں استعمال کئے جا چکے تھے۔ یعنی اشیاء خوردنی، چھوٹی بڑی پڑیوں میں گاہکوں کو باندھ کر دی جا چکی تھیں۔ اس طرح مَیں نے لوگوں کے خالص مذہبی جذبات کی بازار میں قیمت پڑتے دیکھی۔ مَیں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ خدام الدین کو ردّی میں فروخت کرتے ہوئے اپنے شرم و حیا اور ایمان وعقل کے ساتھ سودا بازی کی گئی ہے مَیں حیران ہوں کہ کس دل سے خدام الدین، جیسے خالص مذہبی اور دینی رسالے کو جس کے صفحے صفحے پر قرآنی آیات اور ارشاداتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم لکھے ہُوئے ہوتے ہیں۔ بازار میں ردی کے ساتھ فروخت کیا گیا ہے — ؟

میرا خیال ہے کہ تمام قارئین خدام الدین اور ہر اسلام پسند ذات اس غیر انسانی اور دلآزارانہ فعل کو نہایت نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھیں گے، خدام الدین کے علاوہ بازاروں میں اکثر ایسے اخبار و رسائل اور کتابیں ردّی کی جگہ بکثرت استعمال ہوتے ہیں۔ جن میں آیات قرآنیہ، ارشاداتِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلّم اور تعلیمات اسلامیہ پر لکھے ہُوئے مضامین مندرج ہوتے ہیں۔ لہٰذا مَیں بوساطت خدام الدین تمام قارئین خدام الدین سے خصوصاً اور تمام اسلام پسند بھائیوں سے عموماً پر زور اپیل کرتا ہوں۔ کہ وہ متحد ہوکر اس کے خلاف آواز اُٹھائیں۔ کہ اس قسم کا دینی اور مذہبی لٹریچر قطعاً ردّی میں فروخت نہ کیا جائے۔ اور نہ ہی خریدا جائے۔ عوام میں خود اتنی جراٴت ہونی چاہئیے کہ جہاں اس قسم کا توہین آمیز اور دل آزارانہ سودا ہوتے ہوئے دیکھیں وہیں اس کا سدّ باب کرنے کی کوشش کریں ساتھ ہی ہم دُکانداروں سے بھی ایسے سودے نہ خریدنے کی درخواست کرینگے، اور حکومت سے بھی پُر زور اپیل کرتے ہیں کہ وہ ایسے لٹریچر کو جن میں قرآنی آیات اور احادیثِ پاک لکھی ہوئی ہوں۔ ردّی میں فروخت کرنا اور خریدنا نیز ردّی میں استعمال کرنا قانوناً جرم قرار دے۔ تاکہ ایسے غیر انسانی و دلآزارانہ فعل کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو۔

اگر کسی صاحب نے خدام الدین یا دوسرے مذہبی اخبارات و رسائل فروخت ہی کرنا ہوں تو مندرجہ ذیل پتہ پر خط و کتابت کریں یا بالمشافہ مل لیا کریں۔ چند ٹکوں کے بدلہ ردّی میں قرآنی آیات و احادیثِ پاک ہرگز نہ فروخت کریں۔

پتہ یہ ہے۔ لاہور۔ کرشن نگر۔ گورتیغ بہادر روڈ نند سٹریٹ ۱۰۵ مکان ۱

نیازمند
محمدؐ اشفاق

(بقیہ سرورِ کائنات کی زندہ دلی صفحہ ۱ سے آگے)
ایک خدا کی عبادت گزار بنی۔ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝ کی تفسیر دل پر نقش ہوئی اور رسول عربی کی شان مثل ماہ تاباں درخشاں ہُوئی۔ کوئی انکار کرے تو کرے۔ ذات خداوندی جب تسلیم کرتی ہے۔ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ۔
ترجمہ۔ ہم نے تیرے نام کو بلند کیا"
تو انسان کے انکار کی کیا پروا۔ ہم تو بس یہی کہیں گے۔ بَعْدَ اِلٰہَ اَنْتَ عَظِیْمٌ بلا خطر۔ ع (بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر)
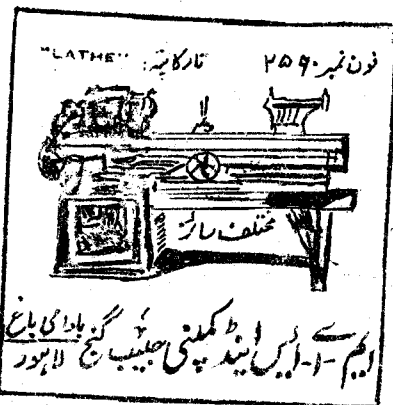
حقیقت بعثت حضور اکرم

(صفحہ ۹ سے آگے)

کو نافذ کرنے کے لئے غار حرا میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عہدۂ نبوت سے سرفراز فرما کر فرمایا:
یَا اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ الخ
(سورہ المدثر رکوع ۱ پ ۲۹)
. . . . تیار ہوجاؤ۔ باغیوں کو اور گندے اعمال والوں کو ڈراؤ۔ اور اپنے پروردگار کی حاکمیت اور غالبیت بیان کرو۔
اس حکم کے بعد حبیب خدا جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ شروع فرمادی اور توحید کا پیغام سب سے پہلے جناب حضرت خدیجہ رضؓ کے کان میں پڑا تو انہوں نے فوراً آواز توحید پر لبیک کہا۔ پھر روز بروز دائرہ اسلام وسیع ہوتا گیا حتیٰ کہ حکم ہُوا فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِکِیْنَ (سورہ النحل رکوع ۶ پ ۱۴) اے محمدؐ اب جو بھی آپ کو حکم کیا جاتا ہے اس کو تمام ملک میں بلا دریغ اعلان کر کے نافذ کر دیجئے اور باغیوں (مشرکین وغیرہ) کی پرواہ مت کرو۔ یعنی ان کی کسی قسم کی رعایت مت کریں اور ان کے مضحکہ و استہزاء اور ایذا رسانی کی پرواہ نہ کیجئے اور بے دھڑک حق کو ظاہر کیجئے۔ تاریخ شاہد ہے کہ اس اعلان حق کی آواز کہاں تک پہنچی اور دنیا میں کیا انقلاب ہُوا کتنے حکام باطلہ کا خاتمہ ہُوا عالمگیر حکومتیں برباد ہوئیں، حق غالب آگیا اور ہمیشہ غالب رہے گا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی اصلاح کے لئے تشریف لائے۔ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَافَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ (سورہ رکوع پ) یعنی آپ کو ہر فرد انسان کی کامل اصلاح کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اس شان سے کہ فرمانبرداروں کو کامیابی کی خوشخبری سنانے والے اور نافرمانوں کو عذاب الٰہی اور سزا الٰہی سے ڈرانے والے۔ لیکن اکثر لوگ آپ کی اس شان اور رتبہ کو نہیں سمجھتے۔
یعنی اکثر لوگ آپ کی رسالت کا انکار کرتے ہیں حالانکہ آپ کی مسلّم اور برحق ہے۔ اکثر لوگ آپ کی رسالت کو ناتمام خیال کرتے ہیں حالانکہ آپ کی رسالت اکمل اور افضل ہے اکثر لوگ آپ کی رسالت کو محدود انسانوں کے لئے خیال کرتے ہیں حالاں کہ آپ کی رسالت ہر زمانہ کے ہر فرد انسانی کے لئے ہے اور اکثر لوگ آپ کی رسالت کو وقتی رسالت سمجھتے ہیں حالانکہ آپ کی رسالت دائمی ہے۔ جنت اور نعمت الٰہی، دیدار الٰہی کی خوشخبری سنانے کو اکثر لوگ وہمی خبر قرار دیتے ہیں حالانکہ آپ کی یہ خبر صادق اور فی الواقع ہے۔
اور حضورؐ کی خبر جہنم اور عذاب و سزا اور حساب سے ڈرانے کو بھی لوگ مصنوعی باتیں سمجھتے ہیں حالانکہ آپ کا ڈرانا برحق اور فی الواقع ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نیک بندیاں

فرعون کی بیٹی کی خواص کا ذکر

روضتہ الصفا ایک کتاب ہے۔ اس میں لکھا ہے۔ کہ فرعون کی بیٹی کی ایک خواص تھی۔ جو اس کی کار مختار تھی۔ اور اس کی کنگھی چوٹی بھی وہی کرتی تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتی تھی مگر فرعون کے خوف سے ظاہر نہ کرتی تھی ایک بار اس کے بال سنوار رہی تھی۔ کہ اس کے ہاتھ سے کنگھی چھوٹ گئی اُس نے بسم اللہ کہہ کے اٹھالی۔ لڑکی نے پوچھا یہ تو نے کیا کہا یہ کس کا نام ہے خواص نے کہا یہ اسی کا نام ہے۔ جس نے تیرے باپ کو پیدا کیا اور اس کو بادشاہی دی۔ لڑکی کو بڑا تعجب ہوا۔ کہ میرے باپ سے بھی کوئی بڑا ہے۔ دوڑی ہوئی فرعون کے پاس گئی۔ اور سارا قصہ بیان کیا۔ فرعون نہایت غصہ میں آیا۔ اور اس خواص کو بلا کر ڈرایا دھمکایا۔ مگر اُس نے صاف کہہ دیا۔ کہ جو چاہے سو کر میں ایمان نہ چھوڑوں گی۔ اول اُس کے ہاتھ پاؤں میں کیلیں جڑ کر اُس پر انگارے اور بھوبل ڈالی۔ جب اس سے بھی کچھ نہ ہوا۔ تو اس کی گود میں ایک لڑکا تھا اُس کو آگ میں ڈال دیا۔ لڑکا آگ میں بولا۔ کہ اماں صبر کیجیو۔ خبردار ایمان نہ چھوڑیو۔ غرض وہ اپنے ایمان پر جمی رہی۔ یہاں تک کہ اس بیچاری کو بھی پکڑ کر جلتی تنور میں جھونک دیا۔ عم کے پارہ میں سورہ بروج میں جو کھائیوں والوں کا قصّہ آیا ہے۔ اس میں بھی اسی طرح ایک عورت کا اور اس کے بچہ کا قصہ ہوا تھا۔ فائدہ۔ دیکھو ایمان کی کیسی مضبوط تھی۔ بیبیو ایمان بڑی نعمت ہے اپنے نفس کی خوشی کے واسطے یا کسی لالچ کے سبب یا کسی مصیبت تکلیف کی وجہ سے کبھی اپنے ایمان دین میں خلل مت ڈالنا خدا اور رسول کے خلاف کوئی کام مت کرنا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لشکر کی ایک بڑھیا کا ذکر

جب فرعون نے مصر میں بنی اسرائیل کو بہت تنگ کرنا شروع کیا۔ اُن سے طرح طرح کی بگاریں لیتا۔ ان کو مارتا اور دُکھ پہنچاتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو خدائے تعالےٰ کا حکم ہوا۔ کہ سب بنی اسرائیل کو راتوں رات مصر سے نکال لے جاؤ۔ تاکہ فرعون کے ظلم سے اُن کی جان چھُٹے۔ موسیٰ علیہ السلام سب کو لے چلے۔ جب دریائے نیل پر پہنچے راستہ بھول گئے۔ اور بھی کسی کی پہچان میں رستہ نہ آیا۔ آپ نے تعجب کیا۔ اور پکار کر فرمایا۔ کہ جو شخص اس بھید سے واقف ہو وہ آکر بتلاوے۔ ایک بڑھیا نے حاضر ہو کر عرض کیا۔ کہ جب حضرت یوسف علیہ السّلام کا انتقال ہونے لگا تھا۔ تو انہوں نے اپنے بھائی بھتیجوں کو وصیت فرما دی تھی کہ اگر کسی وقت میں تم لوگ مصر کا رہنا چھوڑ دو۔ تو میرا تابوت جس میں میری لاش ہوگی اپنے ساتھ لے جانا۔ تو جب تک آپ وہ تابوت ساتھ نہ لیں گے رستہ نہ ملے گا۔ آپ نے تابوت کا حال پوچھا۔ کہ کہاں دفن ہے۔ اُس کا واقف بھی بجُز اس بڑھیا کے کوئی نہ نکلا۔ اُس سے جو پوچھا تو اُس نے عرض کیا۔ کہ میں یوں نہ بتلاؤں گی۔ مجھ سے ایک بات کا اقرار کیجئے۔ اس وقت بتلاؤں گی۔ آپ نے پوچھا وہ کیا بات ہے۔ کہنے لگی۔ وہ اقرار یہ ہے۔ کہ میرا خاتمہ ایمان پر ہو اور جنت میں جس درجہ میں آپ ہوں۔ اُسی درجہ میں مجھ کو رہنے کی جگہ ملے۔ آپ نے اللہ تعالےٰ سے عرض کیا۔ کہ اے اللہ یہ بات تو میرے اختیار کی نہیں حکم ہوا کہ تم اقرار کر لو۔ ہم پورا کر دیں گے۔ آپ نے اقرار کر لیا۔ اس نے تابوت کا پتہ بتلا دیا۔ کہ دریا کے بیچ میں دفن تھا۔ اُس تابوت کا نکالنا تھا۔ اور رستہ کا ملنا فوراً رستہ مل گیا۔ فائدہ۔ دیکھو یہ بڑی بی کیسی بزرگ تھیں۔ کہ کوئی دولت دنیا کی نہیں مانگی۔ اپنی عقبیٰ کو درست کیا۔ بیبیو تم بھی دنیا کی ہوس چھوڑ دو وہ تو جتنی قسمت میں ہے ملے ہی گی۔ اپنے دین کو سنوارو۔

حیسور کی بہن کا ذکر

قرآن شریف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے قصہ میں ذکر ہے۔ کہ حضرت خضر علیہ السّلام نے ایک چھوٹے بچے کو خدا تعالیٰ کے حکم سے مار ڈالا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے گھبرا کے پوچھا۔ کہ بھلا اس بچہ نے کیا خطا کی تھی۔ جو اس کو مار ڈالا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ یہ لڑکا جوان ہوتا تو کافر ہوتا۔ اور اس کے ماں باپ ایماندار تھے۔ اولاد کی محبت میں اُن کے بھی بگڑنے کا ڈر تھا۔ اس واسطے یہی مصلحت ہوئی۔ کہ اس کو قتل کر دیا جاوے۔ اب اس کے بدلے اللہ تعالیٰ ایک لڑکی دیں گے۔ جو بُرائیوں سے پاک ہوگی۔ اور ماں باپ کو زیادہ بھلائی پہنچانے والی ہوگی۔ چنانچہ اور کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک لڑکی ایسی ہی پیدا ہوئی اور ایک پیغمبر سے اُس کا نکاح ہوا۔ اور ستر پیغمبر اس کی اولاد میں ہوئے۔ اور اس لڑکے کا نام حیسور تھا۔ یہ لڑکی اس کی بہن تھی فائدہ۔ جس کی تعریف میں اللہ تعالےٰ فرمائیں۔ کہ بُرائیوں سے پاک اور ماں باپ کو بھلائی پہنچانے والی ہوگی۔ وہ کیسی اچھی ہوگی۔ دیکھو گناہ سے پاک رہنا۔ اور ماں باپ کو سُکھ دینا کیسا پیارا کام ہے جس سے آدمی کا ایسا رتبہ ہو جاتا ہے کہ خدائے تعالےٰ اس آدمی کی تعریف کریں۔ بیبیو ان باتوں میں خوب کوشش کیا کرو۔

حیسور کی ماں کا ذکر

حیسور وہی لڑکا ہے۔ جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ یہ بھی پڑھ چکی ہو کہ قرآن میں اس کے ماں باپ کو ایماندار لکھا ہے۔ جس کو اللہ تعالےٰ ایماندار فرماویں۔ وہ ایسا کچّا پکّا ایماندار تو ہوگا نہیں خوب پورا ایماندار ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حیسور کی ماں بھی بہت بزرگ تھیں فائدہ دیکھو ایمان میں پختہ ہونا ایسی دولت ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے تعریف کی۔ بیبیو! ایمان کو مضبوط کرو۔ اور وہ اسی طرح مضبوط ہوتا ہے۔ کہ شرع کے حکم خوب بجالاؤ۔ سب گناہوں سے بچو۔

"ابر عفو و کرم" (صلی اللہ علیہ وسلم)

از ماسٹر لال دین ہیڈ ماسٹر ڈی۔بی ہائی سکول خانقاہ ڈوگراں

الحمد للہ! کہ مجھ جیسا بے بضاعت آج سید الانبیاءؐ کے ایک دلنواز وصف کا تذکرہ کر رہا ہے۔ یہ وصف حُسن نبوت کی کروڑوں تجلیات میں سے ایک تجلّی ہے۔ یہ گلشن فردوس ساماں کے گلہائے سدا بہار میں سے صرف ایک پھول کا ہلکا سا تبسّم ہے یہ خزینۂ جواہرات میں سے ایک لؤلوئے آبدار کی خفیف سی جھلک ہے۔ نہیں۔ نہیں یہ آبحیات کے بحر ذخّار میں سے ایک قطرہ ہے۔ لیکن باوجود ان حقائق کے اس شمّہ بھر وصف کا بیان انسانی زبان سے کیسے ہوسکتا ہے۔ جب کہ پروردگار عالم اُس اشرفُ المخلائق کا خود مدحت سرا ہو۔

اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ

ترجمہ۔ بے شک تیرا خلق عظمتوں کا حامل ہے۔

قرآن مجید کی اس حقیقت کا عملی نقشہ سید الکونینؐ کی حیات مبارکہ میں بدرجہ اتم نظر آتا ہے۔ سچ ہے۔ حضور اکرمؐ منشائے الٰہی کی ایک انسانی تصویر ہیں۔ لہٰذا آپ کے صفات حمیدہ اور اوصاف ستودہ کا کما حقّہٗ بیان خالق کے بغیر ناممکن بلکہ محال ہے۔

عرب کی سرزمین مسخ شدہ انسانوں کا مسکن تھی۔ اژدہوں اور بچھوؤں کو پرورش دینے والی ایک پُر خطر وادی تھی۔ کالے کالے پہاڑ اس کی ازلی سنگ دلی کا پتہ دیتے تھے۔ ان پہاڑوں کی کھوہوں اور غاروں میں ابو جہل۔ عتبہ اور شیبہ جیسے خونخوار درندے دھاڑتے پھرتے تھے۔ یقین جانیئے۔ انسانی کھوپڑیوں میں شراب پینے والے میخوار۔ دشمن کا کلیجہ چبانے والی عورتیں معصوم بچیوں کا خون چاٹنے والے سفاک والدین حیا سوز حرکات کے عادی بن مانس لٹیرے۔ قزّاق القصّہ جہنمی روحیں بلکہ اُن میں کا ایک ایک فرد سابقہ مغضوب و مغضوب قوموں کا ہم پلہ۔ ہاں۔ ہاں یہ آبادی اپنے اہلیان کی بدکرداریوں کی وجہ سے دوزخ کے قعروں سے بدل جاتی تو کچھ عجب نہ تھا۔ یا اس کے کالے کلوٹے کوہساروں سے غضب الٰہی کا اس قدر لاوا بہتا۔ کہ جزیرۃ العرب آن کی آن میں ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک آتش سیّال کا بحرِ موّاج بن کر رہ جاتا۔ مگر خالق دو جہاں نے اپنی رحمت کو انسانی لباس پہنا کر ایک مسکین وضع مگر مریم صفت عورت (آمنہ بی بی) کی آغوش میں لاکر رکھ دیا۔ اب اس ولادت با سعادت نے نسلِ آدمؑ کی تاریخ میں اس باب کا اضافہ کیا۔ جس کی حقیقتوں کے پرتو نے بنی نوع انسان کو فرشتگانِ ارض و سما سے بھی افضل بنا دیا۔

قرآن شاہد ہے۔ کہ جب رحمۃ اللعالمین عالم ناسوت میں جلوہ گر ہوئے۔ تو مکہ کے بسنے والوں نے چالیس سال تک اس کعبۂ اخلاق کے سامنے اپنی گردنیں خم رکھیں صادق و امین کا لقب تو آپؐ کے حسنِ معاملات پر دلالت کرتا تھا۔ مگر قحط کے دنوں میں برکات و سعادات کے حصول اور دعاؤں کی قبولیت کے لیے اِسی وجودِ مسعود کا واسطہ دیا جاتا تھا۔ گویا آمنہ کا لالؐ اور عبداللہ کا چاندؐ اپنی ولادت کے ساتھ ساتھ تسخیرِ قلوب کے بے نظیر جوہر سے بھی موصوف تھا۔ مگر سنیئے مکہ والوں کی جان کا سرورؐ۔ فخرِ ملکؐ و ملت علمبردارِ صلح و آشتی۔ قاضئ تنازعات۔ خادم خلقِ خدا غمگسار بیکساں و مظلوماں جس دن غار حرا سے زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِی کرتا ہوا۔ کوہ صفا پر قوم کے سامنے دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بن کر آیا۔ تو سارے عرب میں مخالفت حق کی ایک تند آندھی چلی زلزلے بپا ہوئے۔ محبت بھری نگاہیں غیظ و غضب سے خوں آشام ہوگئیں۔ ادھر ایک زبان پر کلمۂ توحید تھا۔ تو ادھر لاکھوں زبانیں شرک و کفر کی تائید میں کھلی ہوئی تھیں۔ ادھر چند قدسی نفوس کی ایک مختصر جماعت تھی۔ (اور وہ بھی برسوں کے بعد) تو اُدھر کفر کا لشکر جرّار تھا۔ اس طرف فقراء و مساکین پیٹ سے بھوکے۔ پاؤں سے ننگے مگر عشقِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سرشار۔ لیکن دوسری طرف عرب کے چیدہ چیدہ قوی ہیکل نوجوان توحید سے نفور اور کفر کے نشے میں چُور۔ ابو جہل اور ابو سفیان کی قیادت پر ناز کرنے والے اُن کے سینے توحید کی آواز سن کر دیگ کی طرح جوشِ انتقام سے اُبلتے اور مسلمانوں کو ہر موقعہ پر طرح طرح کی ایذیتیں دینے کو کارِ خیر سمجھتے تھے۔ مسلمانوں کے سینوں پر پتھروں کی سلیں رکھتے۔ لوہا گرم کر کر جسموں پر داغ دیتے دھکتے ہوئے کوئلوں پر لٹا کر اوپر آپ چڑھ جاتے۔ ایک ٹانگ ایک اونٹ سے اور دوسری ٹانگ دوسرے سے باندھ کر اُونٹوں کو مخالف سمت میں بھگا کر عاشقانِ اِلٰہی کو چیر دیتے باوجود ان سارے مظالم کے پروردگار عالم کی طرف سے ارشاد ہوتا ہے وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَکَ اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (لقمان پ ۲۱)

(نیکی کا حکم کیجئے اور بُرائی سے منع فرمایئے اور آپ کو جو مصائب سے واسطہ پڑے تو صبر سے کام لیجئے مصیبتوں میں صبر و استقلال سے کام لینا بلا شبہ بڑے کاموں میں سے ہے) لہٰذا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغی زندگی کے مصائب و شدائد کو نہایت صبر و حلم سے برداشت فرماتے تھے۔ اکثر ایسا ہوا۔ کہ فرقِ اقدس پر کوڑا کرکٹ پھینکا گیا۔ مگر آپ نے مُڑ کر بھی نہ دیکھا کہ پھینکنے والا کون ہے۔

در رہِ حق ہرچہ پیش آید نکو

ہم نے دیکھا۔ کہ طائف کے میدان میں سیّد الخلائق کا امتحان لیا گیا۔ اور آپؐ جدِّ انبیاء سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کی طرح امتحان میں کما حقہٗ کامیاب نکلے۔ یا یھا المدّثر قُم فَاَنْذِرْ وَ رَبَّکَ فَکَبِّرْ الخ کا پیغام سن کر ہادی برحق طائف کی جانب تبلیغ کی غرض سے روانہ ہو پڑے وہاں جا کر سردارانِ قبیلہ عبدیالیل اور اُس کے بھائیوں سے گفتگو ہوئی۔ وہ بڑی گستاخی سے پیش آئے۔ مگر آپ نے بازار میں کھڑے ہوکر خطبۂ توحید دینا شروع کر دیا اُسی وقت چاروں طرف سے پتھروں کی بارش ہونے لگی۔ جسدِ اطہر لہو لہان ہوگیا۔ ساقین سیمیں سے خون بہہ بہہ کر پاپوش مبارک میں جم گیا۔ جب آپؐ زخموں سے بے ہوش ہوکر گر جاتے۔ تو ظالم پھر آپؐ کو پکڑ کر کھڑا کر لیتے انسانی تاریخ ایسا ظالمانہ واقعہ

پیش کرنے سے قاصر ہے۔ (کربلا کا واقعہ طائف کے واقعہ کی ایک خفیف سی جھلک ہے کیونکہ سیّد الانبیاءؐ کے ہر قطرۂ خون سے لاکھوں حسینؓ پیدا ہوسکتے ہیں) اس قیامت خیز لمحات میں قریب تھا۔ کہ آس پاس کی پہاڑیاں اُس بے رحم قوم کو دم زدن میں پیس ڈالتیں۔ یا وہ سنگلاخ سرزمین بحکم خدائے قہار غاروں کی شکل اختیار کرتی۔ اور اُن انسانی درندوں کو ہڑپ کر جاتی۔ ممکن تھا کہ تندو تیز جھکڑ غضبِ الٰہی بن کر چلتے اور اُس ظلم پرور خطّے کو بحیرۂ عرب کی طوفانی لہروں میں دے پھینکتے۔ اغلب تھا۔ کہ آسمان اپنی ہلاک کُن گردشوں کے ساتھ اُن سفّاکوں پر ٹوٹ پڑتا۔ ہائے ہائے۔ آسمان سے آواز آرہی تھی۔

ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِى السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِىَ تَمُوْرُ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِى السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ (ملک)

(کیا نڈر ہوئے ہو۔ تم اُس سے جو آسمان میں ہے۔ کہ دھساوے تم کو زمین میں۔ پھر بھی وہ لرزتی ہے۔ یا نڈر ہوئے ہو تم اُس سے جو آسمان میں ہے۔ کہ چھوڑ دے تم پر سخت ہوا۔ پس قریب ہے۔ کہ جان لوگے کیسا ہے میرا ڈرانا)

مگر افسوس۔ اس بستی میں ایک کان بھی شنوا نہ تھا۔ جو اس آواز کو سنتا۔ اور ایک آنکھ بھی بینا نہ تھی۔ جو قہر جبّار کے آثارِ ہلاکت کو دیکھتی۔ وہ تو اپنی فتح پر خوش تھے۔ لونڈوں کا غول سیّدِ وُلدِ آدمؑ کی حالتِ زار پر تالیاں بجا رہا تھا مگر اُس وقت اُس مجسمۂ حلم و صفا نے اپنے گورے گورے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے نورانی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا رہے تھے۔ لبوں سے خون جاری تھا چہرۂ انور پروردگارِ عالم کے حضور میں جھکا ہوا تھا۔ کائناتِ ارض و سما کا ذرہ ذرہ منتظر تھا۔ کہ آپ کی زبان سے اہلِ بستی کے حق میں بددُعا نکلے۔ اور ہم آمین پکاریں۔ مگر اُن کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جب آپؐ نے اپنے زخمی لبوں کو ہلایا۔ تو آواز آرہی تھی۔ رَبِّ اِهْدِ قَوْمِىْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (اے میرے پروردگار میری قوم کو نعمتِ ہدایت سے سرفراز فرما۔ میرے ساتھ جو اُنہوں نے معاملہ کیا ہے۔ یہ صرف نادانی کی بنا پر ہے)

واہ کیا حلم ہے اپنا تو جگر ٹکڑے ہو
لیک ایذائے ستم گر کے روادار نہیں

اب اس تصویرِ خونچکاں کا دوسرا پہلو بھی ملاحظہ ہو۔ مدینہ منوّرہ کی امن پرور فضا میں اب پیغمبرانہ تسلط ہے۔ کفر کا زور تقریبًا ٹوٹ چکا ہے۔ قبائل کے قبائل حلقہ بگوش اسلام ہوتے جاتے ہیں۔ لہٰذا طائف کے سرداروں کا وفد بھی مرعوب ہوکر مدینہ منورہ میں حاضر ہوا۔ عبدیالیل جیسا ظالم انسان بھی اُس گروہ میں موجود تھا۔ دربارِ رحمت بار میں شرفِ باریابی حاصل ہوا۔ مُرسلانہ شفقت سے حضور اکرمؐ نے گفتگو فرمائی اس وفد کو چند روز یہاں قیام کرنا ضروری تھا۔ رحمۃ اللعالمینؐ نے اس موقعہ پر تبسّم کناں ہوکر ارشاد فرمایا۔ تم میری مسجد میں قیام رکھو۔ اور نہایت اطمینان سے رہو

جنگِ اُحد میں مُسلمانوں پر جو کچھ گزرا وہ اپنی دہشت کے لحاظ سے حیطہ تحریر میں نہیں آسکتا۔ بڑے بڑے جلیل القدر اصحابہ کرام میں سراسیمگی کی حالت پیدا ہوگئی تھی۔ دشمن کا عقب سے فوری حملہ طبیعتوں میں خوف و ہراس پیدا کرنے کے لیے کافی تھا اور سب سے وحشتناک غلط خبر یہ تھی۔ کہ محمد مصطفٰے احمد مجتبےٰ شہید ہوگئے۔ اصحابہ کرام (يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ) منتشر پروانوں کی طرح شمع رسالت کو ڈھونڈ رہے تھے۔ حضرت علیؓ کا بیان ہے۔ کہ میں نے رسولؐ مقبول کو تین دفعہ زندوں اور تین دفعہ مردوں میں تلاش کیا۔ مگر کہیں نہ پایا۔ آخرکار آپؐ ایک ایسے گڑھے میں گرے ہوئے پائے گئے۔ جس میں دشمنوں نے لوہے کی سلاخیں اسی غرض کے لیے نصب کی ہوئی تھیں۔ اُس وقت جسدِ اطہر کا ہر بُن مو خونچکاں تھا۔ مبارک رخساروں میں زرہ کی کڑیاں دھنسی ہوئی تھیں۔ دندان جواہر رشک کی لڑیاں ٹوٹ کر بکھر چکی تھیں۔ اور لبہائے لعل بار زخمی تھے۔ مجاہدینِ اسلام نے اس حالت میں حضور پُر نور کو گڑھے سے نکالا اور عرض کیا۔ کہ حضور! آپ ان دشمنانِ دین کے حق میں بددُعا فرمائیں۔ تو جواب میں ارشاد فرمایا۔ میں لعنت کرنے کے لئے نبی نہیں بنایا گیا۔ خدا تعالےٰ نے مجھے بندوں کی ہدایت اور دعوت کے لیے بھیجا ہے اور رحمت بناکر بھیجا ہے۔ بعد ازاں زبانِ رحمت بار پر یہ الفاظ جاری تھے۔ رَبِّ اِهْدِ قَوْمِىْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ نے حضور اکرمؐ کی ان حالتوں کا تذکرہ بایں الفاظ بیان فرمایا ہے۔

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (شوریٰ)

(اور البتہ جس نے صبر کیا اور معاف کیا۔ تو وہ بے شک ہمت کے کام ہیں) اور کبھی ارشاد ہوا۔ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ (احقاف)

فتحِ مکّہ کا وقت آیا۔ تو پروردگارِ عالم کا ارشاد حضور اکرمؐ کے پیشِ نظر تھا۔

وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ط وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (آل عمران)

(غصے کے موقعہ پر درگزر کرنے والے اور مجرم لوگوں کو معاف کرنے والے اور اللہ تعالےٰ ایسے ہی نیکو کاروں کو محبوب رکھتا ہے) وہ گلیاں جس میں ابھی وہ پتھر پڑے تھے۔ جو آپؐ پر برسائے جاتے تھے۔ اور وہ سلیں محفوظ تھیں۔ جو کمزور مسلمانوں کے سینوں پر رکھی جاتی تھیں۔ وہ شہر جس کے بازاروں میں حضرت بلالؓ و صہیبؓ کو رسیوں میں باندھ کر گھسیٹا جاتا تھا۔ اور سرورِ الکونینؐ کے جسم مطہر پر غلاظت پھینکی جاتی تھی۔ وہ شہر جہاں سربازار مسلمان عورتوں اور بچوں کو نیزوں اور برچھوں سے شہید کیا جاتا تھا۔ حضور اکرمؐ کا وہ مولد و مسکن جہاں سے آپؐ کو اور آپؐ کے اصحابہ کبار کو ستا ستا کر ہجرت پر مجبور کیا گیا تھا۔ جب آقائے رحمت کی قیادت میں فتح ہوا۔ تو اعلان کیا گیا۔ مَنْ دَخَلَ دَارَ اَبِىْ سُفْيَانَ فَهُوَ اٰمِنٌ وَمَنْ اَلْقَى السِّلَاحَ فَهُوَ اٰمِنٌ وَمَنْ اَغْلَقَ بَابَهٗ فَهُوَ اٰمِنٌ (جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوا۔ اُس کو بھی امن مل گیا اور جس کسی نے ہتھیار ڈال دئے وہ بھی امن میں آگیا۔ جس نے اپنا دروازہ بند کرلیا۔ وہ بھی امن میں داخل ہوا۔

عام معافی کے موقعہ پر ہبّار جس نے حضرت زینبؓ بنت رسول اللہؐ کو اونٹ سے گرا دیا تھا۔ اور اُن کا حمل گر گیا تھا۔ جب سامنے آیا۔ تو اُس کو آتے ہوئے دیکھ کر خود ہی ارشاد فرمایا۔ کہ میں تجھ کو معاف کرتا ہوں۔

حضور اکرمؐ کی زندگی کے یہ چند ایک واقعات قرآنی عفو و کرم کا ایک زندۂ جاوید نقشہ ہیں۔ اور باقی اس مبارک ہستیؐ کا ہر لمحۂ حیات لاکھوں رحمتوں کا حامل ہے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ
وَعَلٰى اٰلِهٖ وَعِتْرَتِهٖ بِعَدَدِ
كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ ط

ع۔ سلام اُس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے

بقیہ ربیع الاول شریف کی اہمیت
(صفحہ ۱۵ سے آگے)

یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی بین دلیل ہے۔ غور کیجئے کہ دو آدمی ایک غار میں چھپے ہوئے ہیں۔ ان کے جانی دشمن غار کے منہ پر کھڑے ہوئے ہیں اور کوئی چیز ان کو غار کے اندر آنے سے روک نہیں سکتی۔ ایسی حالت میں بہادر سے بہادر آدمی کے اوسان خطا ہو جاتے اور وہ ہرگز اطمینان کے ساتھ یہ نہ کہہ سکتا کہ ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ ایسی بات وہی کہہ سکتا ہے جسے یقین ہو کہ اللہ نے مجھے ایک کام کے لئے مقرر کیا ہے اور وہ یہ کام مجھ سے لے کر رہے گا۔ اور اس لئے میری حفاظت کریگا + اس سے زیادہ آپ کی سچائی کا ثبوت کیا ہو سکتا ہے۔ ایسے ایمان باللہ کا مظاہرہ ایک نبی ہی کر سکتا ہے۔

حضرت ابوبکرؓ کے مخالفین اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے ان پر نعوذ باللہ بزدلی کا الزام لگایا کرتے ہیں جو معقول نہیں ہے کیونکہ حضرت ابوبکرؓ نبی نہیں تھے۔ ایسی حالت میں اندیشہ ظاہر کرنا قدرتی امر ہے۔ جسے بزدلی نہیں کہا جاسکتا۔ دوسرے حضرت ابوبکرؓ کو اپنے متعلق نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اندیشہ تھا چنانچہ انہوں نے کہا تھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں مارا گیا تو میری موت ایک آدمی کی موت ہوگی۔ لیکن آپ کی وفات تمام انسانوں کی موت ہوگی۔ کیونکہ دنیا خدا کے حیات بخش پیغام سے محروم ہو کر تباہ ہو جائے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ تین دن غار میں رہے۔ چوتھے دن وہاں سے نکلے اور اونٹ پر سوار ہو کر یثرب کی طرف چلے۔ راستے میں کسی جگہ اترتے تو حضرت ابوبکرؓ آپ کے لئے زمین صاف کرتے اور آپ کو سلاکر پہرہ دیتے۔ تمام راستے انہوں نے غلام کی طرح آپ کی خدمت کی اور آپ کے آرام پر اپنے آرام کو قربان کر دیا۔ ان کی کوشش یہی تھی کہ چاہے میری جان جاتی رہے لیکن آپ کو ذرا بھی تکلیف نہ پہنچے۔ دین کے لئے یہ جان نثاری ہی صحابہ کی سربلندی کا باعث ہوئی۔

(باقی آئندہ)

(بقیہ شذرات صفحہ ۳ سے آگے)

ان کے تراجم کی اس طرح توہین نہ ہو کہ چند ٹکوں کے لئے ان کو ردی میں بیچ دیا جائے۔ ردی کے خریداروں سے بھی درخواست ہے کہ وہ بھی ردی خریدتے وقت آیات قرآنی اور ارشادات نبوی والے صفحات لینے سے انکار کردیں۔ اگر بیچنے والے مسلمان مجرم ہیں تو خریدنے والے بھی بری الذمہ نہیں قرار دیئے جاسکتے وہ بھی برابر کے مجرم ہیں۔ اگر ہم قرآن مجید پر عمل نہیں کرسکتے تو اس کی اس طرح توہین کر کے کم از کم غضب الٰہی کو دعوت دینے سے ہمیں بچنا چاہئے۔ ہماری تباہی و بربادی کے لئے پہلا ہی جرم کیا کم تھا۔ کہ ہم دوسرے جرم کے مرتکب بن رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو دونوں جرموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین

ترسیل زر

ہفت روزہ "خدام الدین" لاہور کا چندہ یا اشتہار کی رقم ارسال کرتے وقت منی آرڈر پر ایڈیٹر۔ منیجر یا کسی اور صاحب کا نام نہ لکھئے۔ صرف منیجر ہفت روزہ "خدام الدین" لاہور لکھنا کافی ہے۔ نام لکھنے سے خطرہ ہے کہ منی آرڈر واپس نہ ہو جائے۔

ہندوستان کے احباب ہر قسم کی رقم حضرت مولنا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم۔ دیوبند ضلع سہارنپور کے نام ارسال فرما کر منی آرڈر کی رسید ہمیں ارسال فرمائیں۔

منیجر

صدر جامع مسجد قادریہ

ڈونگہ بونگہ ضلع بہاولنگر کی نامکمل اور چھت نہ ہونے کی وجہ سے غریب مہاجر نمازیوں اور نادار طلباء کو تعلیم کے وقت بے حد تکلیف ہوتی ہے خصوصاً درس قرآن اور جمعہ کے وقت۔ اہل ثروت حضرات سے التماس ہے کہ وہ تعمیر مسجد میں حصہ لے کر ثواب دارین حاصل کریں۔ ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ یہ ہے۔

مولوی محمد سعید احمد سرپرست مسجد قادریہ ڈونگہ بونگہ ضلع بہاولنگر

ملتان میں ہفت روزہ خدام الدین لاہور

۱۔ طبیب امیر علی قریشی خیر المدارس ملتان۔ ۲۔ صوفی عبدالستار بارہ دانہ فروش چوڑی سرائے ملتان ۳۔ مسجد مولانا خدابخش صاحب بیرون دہلی دروازہ ملتان ۵۔ عبدالواحد بیگ پینٹر اندرون دہلی دروازہ ملتان ۶۔ فقیر شاہ محمد صاحب قریشی مرکز تبلیغی جماعت ملتان ۷۔ صوفی محمد حسن داروغہ میونسپل کمہار منڈی ملتان سے حاصل کریں۔

بقیہ روحانی جواہر پارے

(صفحہ ۱۲ سے آگے)

اس روایت سے ذکر الٰہی پر کثرت کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوا کہ (۱) آپ فضول اور لایعنی باتوں سے احتراز فرماتے تھے۔ (۲) نماز (جب اکیلے پڑھتے) لمبی فرماتے تھے (۳) اور خطبہ یعنی وعظ شریف مختصر فرماتے۔ (۴) اور بیوہ اور غریبوں کی حاجت برآری سے آپ نے کبھی عار نہ فرمایا۔ کیا ہم نے بھی ذکر الٰہی کثرت سے کیا ہے؟ لایعنی باتوں سے پرہیز کیا ہے؟ نماز سکون سے پڑھی ہے؟ خطبہ میں اختصار کو پسند کیا ہے۔ بلکہ آج تو لمبی تقریر۔ اور مختصر نماز عام دیکھی جاتی ہے۔ اور بیوہ اور مسکینوں کی حاجت روائی کا تو زمانہ ہی جاتا رہا۔

حضورؐ کبھی کھانے میں عیب نہ نکالتے تھے

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ مَاعَابَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَعَامًا قَطُّ اِنِ اشْتَھَاہُ اَکَلَہٗ وَ اِنْ کَرِھَہٗ تَرَکَہٗ متفق علیہ۔ اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا۔ اگر پسند ہوا تو تناول فرمایا۔ ناپسند ہوا تو چھوڑ دیا۔ دیکھا آپ نے؟ حضورؐ کو کس قدر دوسروں کی دلجوئی مقصود تھی۔ کہ خود تکلیف برداشت کر لیتے تھے مگر دوسرے کی دل شکنی نہ فرماتے تھے۔ کیا اس پر ہمارے تند مزاج مہربان کچھ غور فرمائیں گے۔ جن کے گھروں میں ہمیشہ نمک اور مرچ وغیرہ کی کمی بیشی پر لڑائیاں ہوتی رہتی ہیں؟

حضورؐ داہنے ہاتھ سے کھانے اور پینے کا حکم فرماتے ہیں

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَکَلَ اَحَدُکُمْ فَلْیَاْکُلْ بِیَمِیْنِہٖ وَاِذَا شَرِبَ فَلْیَشْرَبْ بِیَمِیْنِہٖ رواہ مسلم

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضورؐ نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو داہنے ہاتھ سے کھائے اور پانی پئے تو داہنے ہاتھ سے پئے۔

بلکہ کھانا کھا کر آپ پلیٹ اور انگلیاں چاٹنے کا حکم فرماتے ہیں۔ سنئے!

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِلَعْقِ الْاَصَابِعِ وَالصَّحْفَۃِ وَقَالَ اِنَّکُمْ لَاتَدْرُوْنَ فِیْ اَیَّتِہِ الْبَرَکَۃُ رواہ مسلم۔

ترجمہ۔ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انگلیاں اور پیالہ (پلیٹ) چاٹنے کا حکم دیتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ تمہیں کیا کہ کونسے نوالے میں برکت ہے۔

بلکہ دوسری روایتوں میں ہے کہ پلیٹ دعا کرتی ہے اور استغفار مانگتی ہے۔ اگر اسے کھانے کے بعد چاٹا جائے۔ اور کہتی ہے کہ خدا تجھے اسے کھانا کھا کر چاٹنے والے دوزخ سے بچائے۔ جس طرح تو نے مجھے شیطان سے بچایا۔ کیا اس سے ہمارے دیہاتی اور شہری متکبر حضرات کچھ عبرت لینگے؟ جو کھانا کھا کر انگلیاں چاٹنا یا برتن صاف کرنا حرام یا کسرِ شان سمجھتے ہیں۔

حضورؐ گوشت کو دانتوں سے کاٹ کر کھانے کا حکم فرماتے تھے

وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَقْطَعُوا اللَّحْمَ بِالسِّکِّیْنِ فَاِنَّہٗ مِنْ صُنْعِ الْاَعَاجِمِ وَانْھَسُوْہُ فَاِنَّہٗ اَھْنَاُ وَاَمْرَاُ رواہ ابوداؤد

ترجمہ۔ اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ گوشت (پکا ہوا) چھری سے مت کاٹو۔ کیونکہ یہ عجمی اقوام (یورپین) کا طریقہ ہے۔ بلکہ دانتوں سے کاٹ کر کھاؤ۔ کہ یہ لذیذ اور خوشگوار زیادہ ہے۔ اور آپؐ کا خود بھی دانتوں سے کاٹ کر کھانا ثابت ہے۔

کیا اس سے ہمارے یورپ زدہ دوست کچھ بھی تاثر قبول کرینگے۔ جو کہ چھری اور کانٹوں سے کھاتے ہیں۔ اور سفید فام آقاؤں کی الٹی گنگا میں مرے جاتے ہیں۔

حضورؐ کا داڑھی رکھنے اور مونچھیں کٹانے کے متعلق ارشاد

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَالِفُوا الْمُشْرِکِیْنَ اَوْفِرُوا اللِّحٰی وَاَحْفُوا الشَّوَارِبَ۔ متفق علیہ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مشرکوں کی مخالفت کرو (کہ وہ داڑھی کٹاتے ہیں اور مونچھیں بڑھاتے ہیں) بڑھاؤ داڑھی کو اور خوب کتراؤ مونچھوں کو۔ سنا آپ نے اب دعا کیجئے حق تعالیٰ جمیع مسلمانوں کو اس پر عمل کی توفیق دے۔

حضورؐ کا فیشن ایبل بال کٹوانے سے منع فرمانا

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی صَبِیًّا قَدْ حُلِقَ بَعْضُ رَاْسِہٖ وَتُرِکَ بَعْضُہٗ فَنَھَاھُمْ عَنْ ذٰلِکَ وَقَالَ احْلِقُوْا کُلَّہٗ اَوِ اتْرُکُوْا کُلَّہٗ رواہ مسلم

ترجمہ۔ روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچہ دیکھا۔ جس کا بعض سر تو مونڈا ہوا تھا۔ اور بعض چھوڑا ہوا تھا (جیسا کہ فیشن پرست کرتے ہیں) تو آپ نے منع فرمایا۔ اور فرمایا یا تو سارا منڈا دو۔ یا سارا رکھ دو۔ سمجھے آپ؟ اور سنئے!

حضورؐ کا تہبند یا سلوار سے ٹخنوں کو ڈھانکنے والوں کے متعلق ارشاد

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِزْرَۃُ الْمُؤْمِنِ اِلٰی اَنْصَافِ سَاقَیْہِ لَا جُنَاحَ عَلَیْہِ فِیْمَا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْکَعْبَیْنِ وَمَا اَسْفَلَ مِنْ ذٰلِکَ فَفِی النَّارِ رواہ ابوداؤد

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ میں نے حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے مومن مرد کی آدھی پنڈلیوں تک تہبند رکھنا چاہیے۔ مگر ٹخنوں سے اوپر تک بھی رکھے تو گناہ نہیں لیکن ٹخنوں سے نیچے لٹکائے گا تو دوزخ میں ہے۔ اب کیا فرماتے ہیں وہ حضرات جو ٹخنے ننگے رکھنے معیوب سمجھتے ہیں؟ غالباً ہماری دنیا تو میت پر بھی تھوکتے دیکھے

بچوں کا صفحہ

حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کا خلقِ عظیم

(از محمد شفیع عمر الدین دفتر دا ہر - میرپور خاص)

۱ - اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے خلقِ عظیم کے بارے میں یوں فرمایا ہے :-

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ○ (القلم)

ترجمہ : اور بیشک آپؐ تو بڑے خوش خلق ہیں -

۲ - جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کے اخلاقِ حمیدہ کے متعلق استفسار کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن تھا- آپؐ کا یہ فرمان بالکل حقیقت پر مبنی ہے- سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم قرآن پاک کی عملی تفسیر ہیں- آپؐ نے اس کے اوامر و نواہی پر عمل کر کے دکھلا دیا-

۳ - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے خلقِ عظیم کا حال حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیجئے جو آپ سرکار صلی اللہ علیہ وسلّم کے خاص خادم ہیں- اور دس برس تک آپؐ کی خدمت میں رہے- مگر اتنے طویل عرصہ میں آپؐ نے اُن کو کبھی 'اُف' تک بھی نہ کہا-

اس کے برعکس ہماری تو اب یہ حالت ہے کہ نوکر چاکر تو درکنار ہم خویش و اقربا سے بھی آئے دن برسرِ پیکار رہتے ہیں-

۴ - غارِ حرا میں جب پہلی مرتبہ نزولِ وحی ہُوا تو آپؐ واپس گھر تشریف لاتے ہیں اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو فرماتے ہیں کہ مجھے کپڑا اوڑھا دو' مجھے کپڑا اوڑھا دو' اور نیز فرمایا کہ "مجھے اپنی جان (مبارک) کا خوف ہے۔" حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپؐ کو تسلّی دی اور قسم کھا کر کہا کہ ایسا نہیں ہو سکتا- اللہ تعالےٰ آپؐ کو رسوا نہ کرے گا کیونکہ :-

(۱) آپ برادر پرور ہیں صلہ رحمی کرتے ہیں -
(۲) سچ بولتے ہیں -
(۳) محتاجوں کی مدد فرماتے ہیں-
(۴) کمزوروں کے کام کرتے ہیں-
(۵) مہمان نوازی فرماتے ہیں-
(۶) حق پر لوگوں کی مدد کرتے ہیں-
(بخاری شریف - کتاب العلم)

۵ - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ کو دیکھیے کہ آپؐ ہر ممکن کوشش کرتے ہیں کہ مشرکینِ مکّہ معظّمہ ایمان کی نعمت سے بہرہ ور ہوں - لہٰذا آپؐ گلی کوچوں میں اور میلوں میں جاکر تبلیغ فرماتے ہیں - عکاظہ، یُعنیہ اور ذی المجاز کے مشہور میلوں میں تشریف لے جاکر دُور و دراز آئی ہُوئی خلق اللہ کو توحید کا سبق سناتے اور بُرائیوں سے روکتے ہیں (رحمۃ للعالمین) باوجود اس قدر جدوجہد کے جب مشرکین کا کفر پر اصرار ملاحظہ فرماتے ہیں تو ان کوتاہ اندیشوں کی یہ روش آپؐ کو رنجیدہ خاطر اور بیتاب کر دیتی ہے لہٰذا اللہ تعالےٰ نے اس قدر رنجیدہ خاطر ہونے سے آپؐ سرکار کو روکا-

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ○

سورہ الکہف رکوع ۱ پارہ ۱۵

ترجمہ پھر شاید تو ان کے پیچھے افسوس سے اپنی جان ہلاک کر دیگا اگر یہ لوگ اس بات پر ایمان نہ لائے-

مگر افسوس صد افسوس ایسے ناصح اور شفیق کے احسانمند ہونے کے بجائے کفار و مشرکین آپؐ کے ایذا کے درپے ہو جاتے ہیں - آپؐ اپنا فرضِ منصبی ادا کرنا چاہتے ہیں- اور یہ اس مشن کو ناکام بنانے کے منصوبے گانٹھتے ہیں - اب حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح مرکز بدلنے کے سوا چارہ نہیں نئے مرکز (مدینہ منوّرہ) میں اللہ تعالےٰ نے غیبی اسباب کامیابی کے مہیا کر دیئے ہیں- مگر ادھر مکّہ معظمہ میں مشرکین آپؐ کی حیاتِ طیبہ کے درپے ہیں - یہ معاملہ اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ تمام قبائل کے سردار ایک کانفرنس منعقد کرتے ہیں - اور ادھر مختلف تجاویز پر غور کیا جاتا ہے کہ کونسی کارروائی عمل میں لائی جائے (نعوذ باللہ) اَیا لِيُثْبِتُوْكَ

اَیا لِيُثْبِتُوْكَ　　آپؐ کو قید کر دیں -
اَوْ يَقْتُلُوْكَ　　یا قتل کر دیں -
اَوْ يُخْرِجُوْكَ　　یا دیس بدر کر دیں -

سورہ الانفال رکوع ۴ پارہ ۹

اس کانفرنس کے ناپاک ارادوں کو اللہ تعالےٰ نے ناکام کر دیا - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم بحکم خداوندی صحیح و سلامت مدینہ منوّرہ کی طرف ہجرت فرما گئے-

آخر کار نصرتِ الٰہی کار فرما ہوئی - حق کے غالب ہونے کا وقت آگیا اور باطل پاش پاش ہوگیا - اب آنحضرتؐ اسی مکّہ مکرمہ میں مع کثیر تعداد جان نثاروں کے فاتحانہ داخل ہوتے ہیں - یہاں سے کفار کے جور و جبر کی وجہ سے ہجرت فرما گئے تھے - اب دیکھنا ہے کہ اس غلبہ کے بعد مغلوبوں اور شکست خوردوں کے ساتھ کونسا برتاؤ کیا گیا- سرکارِ دو عالم کے اخلاق کریمانہ اس موقع پر بھی عجیب انداز میں ظاہر ہوئے جس کی نظیر تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے -

آنحضرتؐ مکہ مکرمہ میں اس انداز سے داخل ہوتے ہیں کہ آپؐ ایک اُونٹ پر سوار ہیں- اسی اُونٹ پر آپؐ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بھی سوار ہیں- آپ سرکارؐ کی گردن مبارک جھکی ہوئی ہے- سورہ الفتح کی تلاوت فرما رہے ہیں اور وہ مشرکین جو ایسی ناپاک تجویزیں کر رہے تھے جنھوں نے حضرت سیّدنا خاتم النّبیّین صلی اللہ علیہ وسلّم کو ہجرت پر مجبور کیا تھا - وہ جو آپؐ کی جان پاک کے دشمن تھے- وہ جنھوں نے مسلمانوں کو انواع و اقسام کی تکالیف اور مصائب پہنچائی تھیں ان کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام کا سا سلوک روا رکھا گیا- حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی جب

نادم ہوئے اور معافی کے خواستگار ہوئے تو آپ نے فرمایا۔ لَاتَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ ط آج تم پر کوئی الزام نہیں۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان سب مغلوب بھائیوں کے لئے اعلان فرمادیا۔ لَاتَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ ط آج تم پر کوئی الزام نہیں۔

نیز مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے قبل مجاہدین کو حکم صادر فرمایا کہ:۔

(۱) جو ہتھیار ڈال دے اُسے قتل مت کرنا۔
(۲) جو بیت اللہ شریف میں داخل ہو جائے اُسے قتل مت کرنا۔
(۳) جو ابوسفیانؓ کے گھر چلا جائے اُسے قتل مت کرنا۔
(۴) جو حکیم بن حزام کے گھر میں ٹھہرے اُسے قتل مت کرنا۔
(۵) جو اپنے گھر میں بیٹھا رہے اُسے قتل مت کرنا۔
(۶) بھاگنے والے کا پیچھا نہ کرنا۔
(۷) زخمی کو قتل مت کرنا۔
(۸) اسیر کو قتل نہ کرنا (رحمۃ للعالمین جلد اول)

یہی کرم گستری اور کریمانہ اخلاق تھے جن کی وجہ سے اب وہی دشمن ہمنوا بن گئے اور جوق در جوق مسلمان ہونے لگے۔ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا (النصر)

یہ ذرا غور کا مقام ہے۔ موجودہ حالات کو ذہن میں لائیے کہ فاتحین اپنے حریفوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں۔

۶۔ قوم کا ایک فرد اگر شخصی طور پر کوئی غلطی کر بیٹھے تو ساری قوم پر ستم روا رکھا جاتا ہے۔ مگر سرکارِ دو عالمؐ کے اسوۂ حسنہ سے ہمیں بڑی کرم نوازی کا سبق ملتا ہے۔ نہ ہی ایک کے جرم کی وجہ سے دوسرے کی گرفت ہوتی ہے اور نہ ہی بیگناہ پر دوسرے کا جرم تھوپ کر سختی کی جاتی ہے۔

فتح خیبر کے بعد کا واقعہ ہے کہ یہودیوں نے زہر آلودہ بکری کا گوشت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ (بخاری شریف۔ کتاب المغازی) مگر اس گوشت کے لانے والی مجرمہ یہودیہ عورت کو آپ نے کوئی سزا نہ دی۔

(امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ)

ایک یہودی لڑکا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم تھا۔ اس کی علالت کے زمانے میں آپ بغرضِ عیادت اس کے گھر تشریف لے گئے۔ اور اُسے اسلام کی دعوت دی۔ اپنے باپ کی تائید پر وہ لڑکا مسلمان ہو گیا۔ آپؐ خوش ہوئے۔ اور اللہ تعالےٰ کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْقَذَہٗ مِنَ النَّارِ

(مشارق الانوار باب جوامعہ الادعیہ بحوالہ بخاری شریف)

اللہ تعالےٰ ہمیں اسوۂ حسنہ کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔ حضور پاکؐ کی محبت عطا کرے۔ آمین

بقیہ مجلس ذکر

صفحہ ۹ سے آگے

اگر ان کے اندر ایمان ہوگا تو ان کو دوزخ میں اس وقت تک رکھا جائے گا۔ جب تک حرام مال سے پرورش شدہ گوشت جل نہ جائے گا۔ جن کو یہاں دشمن چھوڑنے کی توفیق مل گئی وہ شفایاب ہو گئے۔ اگر تائب نہ ہوئے تو جہنم میں جانا پڑے گا۔ جو اللہ تعالےٰ کے دروازہ پر آتے ہیں۔ ان کی آہستہ آہستہ ہو جاتی ہے۔ جو نہیں آتے۔ اللہ تعالےٰ ان کو دیتے نہیں جاتے۔ مجھے کیا ضرورت ہے کہ امراء کی کوٹھیوں پر قرآن ہاتھ لے کر جاؤں۔ جب اللہ تعالےٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو یہاں بھجوا دیتے ہیں۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ اپنے دروازہ کی ٹوٹی چٹائیوں پر سر بسجود رہ کر ہی زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ صوفیائے کرام فرمایا کرتے ہیں۔ نعم الامیر علی باب الفقیر۔ بئس الفقیر علی باب الامیر (ترجمہ:۔ بہترین ہے وہ امیر جو فقیر کے دروازہ پر آئے۔ بدترین ہے وہ فقیر جو امیر کے دروازہ پر جائے۔) اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو روحانی لحاظ سے صحت یافتہ بنائے اور اسی حالت میں دُنیا سے اُٹھائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

بقیہ احادیث الرسول

(صفحہ ۱۸ سے آگے)

تھا۔ وہ پسینا آپ کا تو فرمایا! کیا کرتی ہے۔ تو یہ پسینا اے ام سلیم کہا ام سلیمؓ نے کہ پسینا تمہارا ہے ملاتے ہیں ہم اُس کو اپنی خوشبوؤں میں اور پسینا تمہارا خوشبو ترین خوشبوؤں سے ہے اور ایک روایت میں آیا ہے۔ کہ کہا ام سلیمؓ نے کہ یا رسول اللہؐ ہم امید رکھتے ہیں۔ اس کی برکت کی اپنے چھوٹوں کے لیے (یعنے اُن کے بدن اور منہ پر ملتے ہیں تو اُس کی برکت کے سبب بچیں بلاؤں سے) فرمایا آنحضرتؐ نے کہ سچ کہا تو نے اور خوب کیا تو نے

عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ ضَخْمُ الرَّاْسِ وَاللِّحْيَةِ شَثْنُ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ مُشْرَبًا حُمْرَةً ضَخْمُ الْكَرَادِيْسِ طَوِيْلُ الْمَسْرُبَةِ اِذَا مَشٰى تَكَفَّاَ تَكَفُّوًا كَاَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

ترجمہ۔ روایت ہے علیؓ ابن ابی طالب سے کہا کہ تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نہ لمبے اور نہ ٹھنگنے (یعنی بلکہ میانہ قد تھے)، بڑے سر اور گھنی داڑھی کہ پُر گوشت تھیں ہتھیلیاں ہاتھوں کی اور پائے مبارک۔ رنگ آپ کا سفید سرخی ملا ہوا تھا موٹے تھے جوڑ ہڈیوں کے لمبے تھے مسربہ کے (یعنے سینہ سے ناف تک بالوں کی ایک لکیر لمبی تھی) جب چلتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو آگے کی جانب جھکتے ہوئے چلتے گویا نشیب میں اُترتے ہیں بلندی سے) مقصود یہ ہے۔ کہ چلتے تھے چلنا قوی کہ اٹھاتے تھے پائے مبارک زمین سے بقوت جیسا کہ اوپر گزرا اور بعضوں نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ بطریق تواضع کے چلتے تھے نہ بطور تکبر اور اترانے کے نہیں دیکھا میں نے پہلے وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور نہ پیچھے وفات اُن کی کے مانند اُن کے رحمت خاص بھیجے اللہ ان پر اور سلام۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷
ایڈیٹر
عبدالمنان چوہان

منظور شدہ محکمہ تعلیم
(۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/ ۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء
(۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری TBC/ ۲۷۳۰/ ۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

بدل اشتراک
سالانہ ... ۔/۸ روپے
ششماہی ... ۔/۴ روپے
فی پرچہ ... ۲ آنے

رشکِ منیر پھولوں کا سینٹ

★ قیام پاکستان کے بعد اب پھر یہ روح پرور سینٹ ہر دکاندار سے مل سکتا ہے۔
★ اس کی سحر انگیز مہک روح کی شگفتگی بخشتی ہے۔

علاوہ ازیں

رشکِ منیر سپرٹ الکوہل کی آمیزش سے پاک ہے۔ اس لئے ہر متبرک جگہ استعمال کے قابل ہے

یہ جگہ رشکِ منیر کی خوشبو سے معطر ہے۔

رشکِ منیر پرفیومری کمپنی (پاکستان) ۳۱ نسبت روڈ لاہور

ٹیلیفون نمبر 2496 تار کا پتہ:- آٹو سپرنگ

آپ ہمیشہ

اپنی کاروں، ٹرکوں، اور بسوں میں

سلیمان روڈ سپرنگ استعمال کریں

جوکہ

دنیا کے بہترین سٹیل سٹیریا فلیکس سے تیار کئے جاتے ہیں اور پائیداری میں اپنا جواب نہیں رکھتے

سلیمان اینڈ کمپنی -۵۱- سرکلر روڈ- لاہور

(پنجاب پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبیداللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر رسالہ خدام الدین لاہور شیرانوالہ گیٹ سے شائع ہوا۔